ماہنامہ

# التبلیغ

راولپنڈی

نومبر 2018ء - صفر المظفر 1440ھ (جلد 16 شمارہ 02)

جلد 16 شمارہ 02

نومبر 2018ء - صفر المظفر 1440ھ

# ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

نومبر 2018ء - صفر المظفر 1440ھ (جلد16 شمارہ02)

فی شمارہ............25 روپے
سالانہ..............300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
چوہدری طارق محمود بابر
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرماکر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

# ترتیب وتحریر

صفحہ


آئینۂ احوال..........نیا پاکستان اور تبدیلی کی آمد کا نعرہ..........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط169)............ دنیا میں دوبارہ زندہ کرنے کی

قدرتِ الٰہی کا ابراہیمی واقعہ.............................. // // 5

درسِ حدیث ............ بحالتِ ایمان فوت ہونے پر

شفاعتِ نبی کا حصول (دسویں وآخری قسط)........................ // // 14

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

''طلوعِ فجر سے قبل اذان'' کے متعلق شاہ ولی اللہ کا موقف..........مفتی محمد رضوان 17

افادات وملفوظات.............................................................. // // 21

نماز کی اہمیت اور ہماری غفلت (قسط1)................................مولانا شعیب احمد 29

ماہِ شوال: نویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات............مولانا طارق محمود 33

علم کے مینار:........ اسلامی فقہ کی ابتدائی تاریخ وترویج.......مفتی غلام بلال 35

تذکرۂ اولیاء:.....حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خوفِ الٰہی کے چند واقعات....مفتی محمد ناصر 38

پیارے بچو!............دوسروں کے ساتھ محبت والا سلوک.........مولانا محمد ریحان 41

بزمِ خواتین ........شادی اور نکاح میں خواتین کے اختیارات..........مفتی طلحہ مدثر 43

آپ کے دینی مسائل کا حل ..............................کعبہ کو دیکھنے کے

وقت دعاء کا حکم (قسط1)..............................................................ادارہ 53

کیا آپ جانتے ہیں؟... صفائی ستھرائی (Cleanliness) کے آداب (قسط1)...مفتی محمد رضوان 70

عبرت کدہ .......... فرعون کا حضرت موسیٰ سے مکالمہ..........مولانا طارق محمود 73

طب وصحت..............................ذاتِ جنب (یعنی سینہ وپسلیوں) کے

لئے ''قسط'' کے فوائد..........................................حکیم مفتی محمد ناصر 80

اخبارِ ادارہ ............ ادارہ کے شب وروز.............................. // // 89

اخبارِ عالم ...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........مولانا غلام بلال 91

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

# نیا پاکستان اور تبدیلی کی آمد کا نعرہ

اس وقت ملک میں وفاقی طور پر وزیرِ اعظم جناب عمران خان صاحب اور ان کی پارٹی ''تحریکِ انصاف'' کی سیاسی حکومت قائم ہے، یہ جماعت اور پارٹی کس طرح سے انتخابات کے مراحل سے گزر کر برسرِاقتدار آئی، اور اس کے کیا عوامل واسباب تھے؟ یہ سب باتیں اب ایسی ہوچکی ہیں کہ ان پر پے درپے تبصروں اور تجزیوں کی بھرمار کی وجہ سے اب مزید تبصرہ کرنے اور سننے سے لوگوں کو اکتاہٹ محسوس ہونے لگی ہے، جبکہ اس سلسلہ کی بعض باتیں لوگوں کے لیے اتنی بدیہی اور واضح ہوچکی ہیں کہ اگر ان کے خلاف لاکھ تبصرے آجائیں، تو بھی شاید عوام کو ان پر یقین نہ ہو۔

بہرحال جناب عمران خان صاحب اور ان کی سیاسی جماعت ''تحریکِ انصاف'' کی طرف سے ایک عرصہ سے برسرِاقتدار آکر ''پاکستان میں تبدیلی لانے اور نیا پاکستان تعمیر کرنے'' کا اس قدر زور، شور سے چرچا ہوتا رہا ہے کہ جناب عمران خان صاحب اور ان کی جماعت کی حمایت میں یہ الفاظ انتخابات سے کافی عرصہ پہلے ان کے چاہنے والے بچہ بچہ کی زبان پر تھے۔

لیکن وزیرِاعظم جناب عمران خان صاحب اور ان کی جماعت کے اقتدار سنبھالنے کے بعد بہت جلد ہی ان الفاظ نے بہت سے لوگوں کے دل ودماغ میں تعمیری ومثبت پہلو کے بجائے، تخریبی اور منفی پہلو اختیار کرلیا، اور بچہ بچہ کی زبان پر اب وہی الفاظ استہزاء ومذاق کے طور پر جاری وساری ہیں، اور وہ بہتر تبدیلی کے بجائے بدتر تبدیلی اور نئے پاکستان سے کسی اور طرح کے نئے پاکستان کی تعبیر لینے پر مجبور ہیں، جو اللہ نہ کرے، شاید پہلے اور پرانے پاکستان سے گیا گزرا ہو۔

تبدیلی برائے تبدیلی کا کھیل تو ملک میں ایک عرصہ سے کھیلا جارہا ہے، جس سے عقلاء تنگ آچکے ہیں۔

ابھی موجودہ حکومت کو آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا، لیکن چند چیزوں سے بہت جلدی پردہ اٹھ گیا اور نئے پاکستان کے قیام اور تبدیلی کے رُخ کا اندازہ ہوگیا ہے، اگر صورتِ حال یہی رہی، تو

مزید چیزوں سے بھی پردہ اُٹھنے میں بھی شاید زیادہ وقت نہ لگے۔

موجودہ حکومت کے برسرِاقتدار آتے ہی، گزشتہ حکومت کے برخلاف ڈالر، سونے، پیٹرول بجلی اور گیس وغیرہ کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا، مہنگائی کسی جگہ ٹھہرنے کا نام نہیں لے رہی، اور قرض لینے سے سختی کے ساتھ اجتناب کرنے اور دوسروں کو اس عمل پر شرم دلاتے رہنے والے برسرِ اقتدار افراد اب مختلف تاویلات کا راستہ اختیار کرکے مثلاً آخری مرتبہ قرض لینے کا دعویٰ کرکے قرض لینے کو ضروری اور نعمتِ غیر مترقبہ سمجھ رہے ہیں، آنے والے وقت کو کس نے دیکھا، اصل دلیل تو موجودہ وقت ہوتا ہے، یہ موجودہ حکومت کی طرف سے تبدیلی اور نئے پاکستان کی تعمیر کے لیے پہلا قدم اور گویا کہ ''یوٹرن'' کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے''آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا''

حیرت کی بات یہ ہے کہ موجودہ حکومت کے ساتھ شامل وزراء اور بڑے عہدوں پر فائز افراد کی کافی بڑی تعداد اِن افراد کی ہے کہ جن کا دامن پہلے وزراء وحکمرانوں سے کچھ زیادہ صاف نہیں ہے، اور نہ ہی ان میں حکومت کے امور ومعاملات کو سمجھنے اور اسے چلانے کا کچھ زیادہ تجربہ وسلیقہ دکھائی دیتا ہے، جس کی بناء پر موجودہ حکومت، عملی طور پر مشکلات اور بوکھلاہٹ کا شکار دکھائی دیتی ہے، اور تبصرہ وتجزیہ نگاروں کے ایک بڑے حلقہ کی رائے یہ ہے کہ حکومت کے نظم ونسق کو چلانے کا ریموٹ کنٹرول کسی دوسری پس پردہ طاقت کے پاس ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**۔

ہم اب بھی امید کا دامن چھوڑنے کے لیے آمادہ نہیں، بلکہ حسنِ ظن کے جذبہ سے ایک مرتبہ پھر یہ توقع رکھتے ہیں کہ موجودہ حکومت نیا پاکستان تعمیر کرنے اور بہتر تبدیلی لانے اور اپنی ''یوٹرن'' کی روِش ترک کرنے کی مخلصانہ جدوجہد اور کوششیں ضرور کرے گی، جس پر انصاف پسندوں کی طرف سے حوصلہ افزائی حاصل ہوگی، ورنہ اس کو اپنے زوردار نعروں کے ردِّعمل کے نتیجہ میں زیادہ وقت تک اپنے پاؤں جما کر رکھنا آسان نہ ہوگا، اور اس کے لیے آنے والا وقت کٹھن مشکلات کا باعث ہوگا۔

اللہ کرے کہ ملک میں تعمیر وترقی ہو، اور نیا پاکستان تعمیر ہو، اور بہتر تبدیلی آئے، اور اس کے لیے تمام اداروں اور لوگوں کو مل جل کر اور باہمی تعاون کے ساتھ دامے، درہمے، سخنے کام کرنے کی توفیق حاصل ہو۔ آمین۔

(سورہ بقرہ: قسط نمبر169، آیت نمبر260) مفتی محمد رضوان

# دنیا میں دوبارہ زندہ کرنے کی قدرتِ الٰہی کا ابراہیمی واقعہ

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٦٠)

ترجمہ: اور جب کہا ابراہیم نے، اے میرے رب! دکھا دیجیے مجھے کیسے زندہ کرتا ہے تو مُردوں کو؟ فرمایا (رب نے) کہ کیا نہیں ایمان لائے تم؟ کہا (ابراہیم نے) جی ہاں! (میرا اس پر ایمان ہے) اور لیکن اس لیے کہ مطمئن ہو میرا دل، فرمایا (رب نے) کہ لے لیجیے چار پرندے، پھر ہلا لیجیے، ان کو اپنی طرف، پھر کر دیجیے ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک حصہ کو، پھر بلائیے ان کو، آئیں گے وہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے، اور جان لیجیے کہ بے شک اللہ عزیز ہے، حکیم ہے (سورہ بقرہ)

## تفسیر وتشریح

سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت سے پہلے ایک مرتبہ دنیا میں موت دے کر دوبارہ زندہ کرنے سے متعلق قدرتِ الٰہی کا عجیب واقعہ گزر چکا ہے۔

اب مذکورہ آیت میں اسی طرح دنیا میں دوبارہ زندہ کرنے کی قدرتِ الٰہی کے ایک اور واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے، جس کا تعلق، اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی، حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ ہے۔

وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے میرے رب! مجھے یہ دکھا دیجیے کہ آپ مُردوں کو کس طرح زندہ کرتے ہیں؟ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا

آپ میری طرف سے مُردوں کو زندہ کرنے پر ایمان ویقین نہیں رکھتے؟ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا کہ بے شک میں اس پر ایمان ویقین رکھتا ہوں، البتہ آپ کی طرف سے زندہ کرنے کی کیفیت ونوعیت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرکے اطمینانِ قلب حاصل کرنا چاہتا ہوں، تاکہ پہلے سے موجود ایمان ویقین میں آنکھوں سے معائنہ ومشاہدہ کے بعدوالی اطمینان کی مخصوص کیفیت پیدا ہوجائے، جو پھر آپ کے احکام کی تعمیل وتبلیغ میں زیادہ مؤثر ثابت ہو۔

رب تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی اس درخواست کو قبول ومنظور فرمایا، اوران کے اطمینانِ قلب کے لیے یہ طریقہ تجویز فرمایا کہ تم چار پرندوں کو لے کران کو پال لو، اوراپنے سے مانوس کرلو، تاکہ ان کو جب تم ان کی مخصوص آوازوں اوراشاروں سے بلاؤ، تووہ دوڑتے ہوئے تمہاری طرف چلے آئیں، جیسا کہ عام طور پراپنے سے مانوس کیے ہوئے اوراپنے سے ہلائے ہوئے جانوروں کا معاملہ ہوا کرتا ہے، پھر جب وہ پرندے تم سے ہل جائیں، اور مانوس ہوجائیں، تو پھران پرندوں کو مارکرٹکڑے ٹکڑے کردو، اوران کے مختلف ٹکڑوں کو الگ الگ پہاڑوں پر رکھ دو، پھر اسی طرح ان کو مخصوص آواز یا اشارہ سے بلاؤ، جس طرح تم ان کو زندہ ہونے کی حالت میں بلایا کرتے تھے، تووہ اللہ کے حکم سے زندہ ہوکر تمہاری طرف اسی طرح دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے، جس طرح وہ زندگی میں دوڑتے ہوئے چلے آتے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بات یادرکھو کہ بے شک اللہ ''عزیز'' یعنی بہت طاقت وقدرت والا ہے، اس کی طاقت وقدرت میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا، لیکن ساتھ ہی اللہ کی ایک صفت ''حکیم'' ہونا بھی ہے، اس لیے وہ اپنی ہر قدرت کا مظاہرہ حکمت کے بغیر جابجا نہیں فرماتا، جہاں اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے، وہاں اس کا مظاہرہ فرماتا ہے، اور اللہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس طرح کی قدرت کے مظاہر کو عام نہ فرمائے، تاکہ اللہ کی باتوں پر علمِ غیب قائم رہے۔

بہرحال حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق عمل کیا، اوراس کے مطابق اللہ کی طرف سے مُردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت کا مشاہدہ کرکے اطمینانِ قلب حاصل کیا۔

بعض احادیث وروایات میں اس واقعہ کے کچھ اجزاء کا ذکر آیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ "  :نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ :(رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي)  وَيَرْحَمُ اللَّهُ لُوطًا، لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ، وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُولَ مَا لَبِثَ يُوسُفُ، لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ " (بخاری، رقم الحدیث ۳۳۷۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں، جب انہوں نے کہا کہ اے میرے رب! مجھے دکھایئے کہ آپ مُردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں؟ تو اللہ نے فرمایا کہ کیا تم ایمان نہیں لائے؟ انہوں نے کہا ایمان تو بے شک لایا ہوں، لیکن (میں یہ چاہتا ہوں کہ) میرا دل مطمئن ہوجائے۔

اور اللہ لوط علیہ السلام پر رحم کرے کہ وہ کسی مضبوط رکن سے پناہ لینا چاہتے تھے۔

اور اگر میں قید خانہ میں اتنے دنوں رہتا، جتنے دنوں یوسف قید رہے، تو میں اس بلانے والے قاصد کی بات مان لیتا (بخاری)

مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے مُردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت کو دیکھنے کی درخواست کرکے شک نہیں کیا تھا، اگر وہ شک کرتے، تو ہم اس شک کرنے کے زیادہ حق دار تھے، اور جب انہوں نے شک نہیں کیا، تو ہم بھی شک نہیں کرسکتے، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے جو سوال کیا تھا، وہ اطمینانِ قلب کی کیفیت کے لیے تھا۔

اسی طرح حضرت لوط علیہ الصلاۃ والسلام پر اللہ رحم کرے کہ انہوں نے دین کے لیے دشمنوں کی طرف سے اتنی سخت آزمائشیں کاٹیں کہ وہ تنگ آکر کسی مضبوط ”رکن“ سے پناہ مانگنے پر مجبور ہوئے، اور اللہ نے اپنے فضل سے ہمیں اس طرح کی کٹھن آزمائش سے محفوظ رکھا۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام بھی بڑے صاحبِ عزیمت وہمت ثابت ہوئے کہ انہوں نے بادشاہ کے قاصد کی دعوت کے مقابلہ میں قید خانہ میں رہنے کو ترجیح دی، کوئی اور شاید اتنی ہمت نہ کر پاتا۔

پس حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعہ سے بعض کم علم لوگوں کا یہ سمجھنا درست نہیں کہ نعوذ باللہ! ان کو اللہ کی قدرت پر یقین نہیں تھا۔

ویسے بھی یہ سمجھنا خود قرآن مجید کے اس موقع پر صاف الفاظ کے خلاف ہے، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے درخواست کرنے پر جب اللہ نے فرمایا کہ ''أَوَلَمْ تُؤْمِنْ'' تو حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب میں کہا کہ ''بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ'' اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو قدرتِ الٰہی میں ہرگز شک نہیں تھا۔ [1]

---

[1] ذکر معناه :قوله :(نحن أحق بالشک) ، وسقط فی بعض الروايات لفظ :الشک، ومعناه :نحن أحق بالشک فی كيفية الإحياء لا فی نفس الإحياء ، وعن الشافعي وغيره :أن الشک مستحيل فی حق إبراهيم، صلى الله عليه وسلم، ولو كان الشک متطرقا إلى الأنبياء ، عليهم الصلاة والسلام، لكنت أنا أحق به من إبراهيم صلى الله عليه وسلم وقد علمتم أن إبراهيم لم يشک، فإذا لم أشک أنا ولم أرتب فی القدرة عل الإحياء فإبراهيم أولى بذلک، وقيل :معناه أن هذا الذی تظنونه شكا فليس بشک، فلو كان شكا لكنت أنا أولى به ولكنه ليس بشک، ولكنه تطلب لمزيد اليقين، وقال عياض :يحتمل أنه أراد أمته الذين يجوز عليهم الشک، أو أنه قاله تواضعا مع إبراهيم .قوله :(إذ قال) أی :حين قال .قوله :(ويرحم الله لوطا) ، ولوط صلى الله عليه وسلم هو ابن هاران ابن آزر وهو أخی إبراهيم صلى الله عليه وسلم، وكان ممن آمن بإبراهيم وهاجر معه إلى مصر ثم عاد معه إلى الشام فنزل إبراهيم، عليه الصلاة والسلام، فلسطين ونزل لوط الأردن ثم أرسله الله إلى أهل سدوم، وهی عدة قرى، وقال مقاتل :وبلادهم ما بين الشام والحجاز بناحية زغر، وكانت اثنتی عشرة قرية وتسمى المؤتفكات من الإفک، وكانوا يعبدون الأوثان ويأتون الفواحش ويسافد بعضهم بعضا على الطريق، وغير ذلک من المفاسد وذكر الله لوطا فی القرآن فی سبعة عشر موضعا وهو اسم أعجمی وفيه العلمية والعجمة ولكنه صرف لسكون وسطه، وقيل :اسم عربی من :لاط، لأن حبه لاط بقلب إبراهيم صلى الله عليه وسلم أی :تعلق ولصق .قوله :(لقد كان يأوی إلى ركن شديد) ، وهو إشارة إلى الآية الكريمة وهی قوله تعالى :(قال لو أن لی بكم قوة أو أوی إلى ركن شديد) . وقال الطيبی :قال رسول الله، صلى الله عليه وسلم ذلک لأن كلامه يدل على إقناط كلی ويأس شديد من أن يكون له ناصر ينصره، وكأنه، صلى الله عليه وسلم، استغرب ذلک القول وعده نادرا منه، إذ لا ركن أشد من الركن الذی كان يأوی إليه .وقال الزمخشری :معناه إلى قوی أستند إليه وأمتنع به فيحمينی منكم، شبه القوی العزيز بالركن من الجبل فی شدته ومنعته، وقال النووی، رحمه الله تعالى :يجوز أنه نسی الالتجاء إلى الله فی حمايته

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو جمرہ سے روایت ہے کہ:

**سمعت ابن عباس يقول -في قوله عز وجل:(فخذ أربعة من الطير فصرهن إليك)- ، قال :قطع أجنحتهن أرباعا، ربعا هاهنا، وربعا هاهنا في أرباع الأرض، (ثم ادعهن يأتينك سعيا) قال :هذا مثل، كذلك يحيى الله الموتى مثل هذا** (التفسير من سنن سعيد بن منصور، رقم الرواية ۴۴۳، سورة البقرة) ؎

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کے اس قول:

"فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ"

کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان پرندوں کے پروں کو کاٹ کر چار چار حصوں میں تقسیم کرو، اور چار چار حصوں کو چار مختلف زمینوں کے حصہ میں رکھ دو، ان کو پکارو، تو وہ تمہاری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

یہ (اللہ کے مُردوں کو زندہ کرنے کی ایک) مثال ہے، اسی طرح اللہ، سب مُردوں کو زندہ کرے گا (سنن سعید بن منصور)

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ کی طرف سے مُردوں کو زندہ کرنے پر ایمان تھا، لیکن آپ نے معائنہ ومشاہدہ کی خواہش اس لیے ظاہر کی تھی کہ معائنہ ومشاہدہ کا درجہ، خبر سے زیادہ ہوتا ہے،

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأضياف، أو أنه التجأ إلى الله فيما بينه وبين الله، وأظهر للأضياف العذر وضيق الصدر قوله :(ولو لبثت في السجن ما لبث يوسف) وقد لبث سبع سنين وسبعة أشهر وسبعة أيام وسبع ساعات .قوله :(لأجبت الداعي) يعني :لأسرعت إلى الإجابة إلى الخروج من السجن ولما قدمت العذر، قال الله تعالى :(فلما جاءه الرسول قال إرجع إلى ربك) . الآية ...وصفه رسول الله، صلى الله عليه وسلم، بالصبر حيث لم يبادر إلى الخروج، وإنما قال صلى الله عليه وسلم ذلك تواضعا، لا أنه كان في الأمر منه مبادرة وعجلة لو كان مكان يوسف، والتواضع لا يصغر(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج۱۵، ص۲۶۷، باب قوله عز وجل : ونبئهم عن ضيف إبراهيم إذ دخلوا عليه)

؎ قال الدكتور سعد بن عبد الله بن عبد العزيز آل حميد:

سنده حسن لذاته، وهو صالح لغيره(حاشية التفسير من سنن سعيد بن منصور)

Idara Ghufran

احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ . (مسند الإمام أحمد ، رقم الحديث ۱۸۴۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنی ہوئی بات آنکھوں دیکھی حقیقت کے برابر نہیں ہوسکتی ”شنیدہ کے بود مانند دیدہ“ (مسند احمد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ :لَيْسَ الْمُعَايِنُ كَالْمُخْبَرِ، أَخْبَرَ اللَّهُ مُوسَى أَنَّ قَوْمَهُ فُتِنُوا فَلَمْ يُلْقِ الْأَلْوَاحَ، فَلَمَّا رَآهُمْ أَلْقَى الْأَلْوَاحَ . (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۶۲۱۴) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھوں سے دیکھی حقیقت، سنی ہوئی بات جیسی نہیں ہوتی، اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ ان کی قوم فتنے میں مبتلا ہوگئی، تو انھوں نے توراۃ کی تختیوں کو نہیں ڈالا، لیکن جب انھوں نے اپنی قوم کو اس میں مبتلا دیکھا، تو تختیوں کو ڈال دیا (ابنِ حبان)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کی حالت کی خبر سن کر وہ اثر نہیں ہوا، جو اپنی قوم کی حالت کو دیکھ کر اثر ہوا، جس سے معلوم ہوا کہ ”آنکھوں سے مشاہدہ کرنے والا خبر پانے والے کی طرح نہیں ہوتا“۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

الشَّاهِدُ يَرَى مَا لَا يَرَى الْغَائِبُ .(مسند الإمام أحمد ، رقم الحديث ۶۲۸) [3]

---

[1] قال شعيب الارنوؤط:
حديث صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنوؤط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[3] قال شعيب الارنوؤط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: مشاہدہ کار، وہ چیز دیکھتا ہے، جو غائب نہیں دیکھتا (مسنداحمد)

اس طرح کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

امام مناوی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ''فیض القدیر'' میں فرماتے ہیں:

**(لیس الخبر کالمعاینة) أی المشاهدة إذ هی تحصیل العلم القطعی وقد جعل الله لعباده أذانا واعیة وأبصارا ناظرة ولم یجعل الخبر فی القوة کالنظر بالعیان** (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت رقم الحدیث ۷۵۷۴)

ترجمہ: سنی ہوئی بات آنکھوں دیکھی حقیقت کے برابر نہیں ہوسکتی، کیونکہ آنکھوں کے دیکھنے سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے، اور اللہ نے اپنے بندوں کے لیے سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھیں بنادی ہیں، لیکن خبر کو قوت میں آنکھوں سے دیکھنے کی طرح کا درجہ حاصل نہیں (فیض القدیر)

''الجامع الصغیر'' کی شرح ''التیسیر'' میں ہے:

**(لیس الخبر کالمعاینة) أی المشاهدة اذهی تحصیل العلم القطعی فهی أقوی وآکد ومنه أخذ أن البصر أفضل من السمع لان السمع یفید الاخبار والخبر قد یکون کذبا بخلاف الابصار** (التیسیر بشرح الجامع الصغیر،للمناوی، ج۲،ص ۳۲۰،حرف اللام)

ترجمہ: سنی ہوئی بات آنکھوں دیکھی حقیقت کے برابر نہیں ہوسکتی، کیونکہ آنکھوں کے دیکھنے سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے، پس آنکھوں سے دیکھنا زیادہ قوی اور زیادہ مضبوط ہوتا ہے، اور اسی سے یہ بات لی گئی ہے کہ دیکھنا، سننے سے افضل ہے، کیونکہ سننا، خبر کا

---

[1] عن أنس ، أن النبی صلی الله علیه وسلم قال : الشاهد یری ما لا یری الغائب(مسند الشهاب للقضاعی، رقم الحدیث ۸۳)

قال الالبانی: وقد وجدت له شاهدا یرویه ابن لهیعة عن یزید بن أبی حبیب وعقیل عن الزهری عنأنس مرفوعا به .أخرجه القضاعی فی "مسند الشهاب "( 2/9 ) من طریق الطبرانی .وهذا إسناد لا بأس به فی الشواهد.(سلسلة الأحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۱۹۰۴)

www.idaraghufran.org

فائدہ دیتا ہے، اور خبر کبھی جھوٹی بھی ہوتی ہے، برخلاف دیکھنے کے (التیسیر)

آخر میں ملحوظ رہے کہ بعض پڑھے لکھے لوگوں کو، جن پر عقل ومادیت کا غلبہ زیادہ ہے، حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعہ میں پرندوں کے دوبارہ زندہ کرنے کو اصل حقیقت پر رکھنے میں شبہ ہوگیا ہے، اور انہوں نے اس واقعہ کو خلافِ عادت سمجھنے کی وجہ سے کھینچ تان کر کوئی اور مطلب بیان کردیا ہے۔

اس قسم کی باتیں دراصل ایمان کی کمزوری یا پھر مادیت پرستوں سے متاثر ہونے پر مبنی ہیں، اللہ کی قدرت میں اس قسم کے شبہات کی گنجائش نہیں۔

بھلا سوچنے کی بات ہے کہ جو ذات پاک ہمہ وقت مُردہ اور بے جان چیزوں سے زندہ کو پیدا کررہی ہے، اور بے شمار مخلوقات کو عدم سے وجود میں لارہی ہے، اس ذات کے متعلق اس طرح کے واقعہ کو عادت کے خلاف سمجھ کر تاویل کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اللّٰھم احفظنا منہ۔

پروپرائیٹر: محمد اخلاق عباسی محمد نذران عباسی

نیو
عباسی چکن شاپ

ہمارے ہاں شیور و دیسی مرغی، صاف گوشت اور پوٹہ کلیجی ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہے۔

نیز شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

دوکان نمبر H-919، حق نواز روڈ، گلاس فیکٹری چوک، راولپنڈی
موبائل: 0301-5642315---0300-5171243

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

# ماہِ ربیعُ الاوّل کے فضائل واحکام

(وحقوقُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی سال کے تیسرے مہینے ''ربیع الاول'' سے متعلق فضائل ومسائل، احکامات وہدایات، منکرات ورسومات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی تفصیل وتشریح

مؤلف
مفتی محمد رضوان

جلد 4

# علمی وتحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیرُ اللہ کی نذرونیاز وذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی علیہ ﷺ کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان خان

جلد 5

# علمی وتحقیقی رسائل

(1)...پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)...مقدس اوراق کا حکم
(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)...خیرُ بقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعہ زمین کون سا ہے؟)

مصنف
مفتی محمد رضوان خان

جلد 6

# علمی وتحقیقی رسائل

(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان خان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

**درسِ حدیث** مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

# بحالتِ ایمان فوت ہونے پر شفاعتِ نبی کا حصول

(دسویں وآخری قسط)

## ظہر سے قبل کی سنتوں کے ترک پر شفاعۃُ النبی سے محرومی

بعض حضرات نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ:

''جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتوں کی پابندی نہیں کی، اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہیں ہوگی''

لیکن محدثین نے فرمایا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں، اور یہ بے سند حدیث ہے۔ [1]

## سنت کے ترک پر شفاعۃُ النبی سے محرومی

بعض علماء نے کتابوں میں درجِ ذیل حدیث کو نقل کیا ہے کہ:

''من ترک سنتی لم تنله شفاعتی''

یعنی ''جس نے میری سنت کو ترک کیا، تو اس کو میری شفاعت حاصل نہیں ہوگی''

نیز اس حدیث کو بعض حنفیہ کی کتابوں میں ''سنتِ مؤکدہ'' کے ترک کرنے پر گناہ یا وعید کا حکم

---

[1] "من لم يداوم على أربع قبل الظهر لم تنله شفاعتى "قال النووى لا أصل له(تذكرة الموضوعات للفتنى، ص۴۸، باب التطوع،الفصل السابع فى السنن الرواتب الوتر والتهجد والإشراق والضحى والاستخارة والأوابين وصلاة دخول البيت)

حديث " :من لم يداوم على أربع قبل الظهر لم تنله شفاعتى ."ذكر السيوطى فى كتاب الموضوعات أن ابن حجر قال :لا اصل له(أسنى المطالب فى أحاديث مختلفة المراتب، تحت رقم الحديث ۱۴۹۰)

(حديث) من لم يداوم على أربع قبل الظهر لم تنله شفاعتى (سئل عنه الحافظ ابن حجر) فقال لا أصل له(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، تحت رقم الحديث ۱۵۶،كتاب الصلاة،الفصل الثالث)

لگانے کی دلیل میں ذکر کیا گیا ہے۔

لیکن علمی وفقہی تعصب سے بالاتر ہوکر انصاف کی بات یہ ہے کہ مذکورہ حدیث باسند طریقہ پر کتبِ حدیث میں دستیاب نہیں ہوسکی۔

اسی وجہ سے متعدد اہلِ علم حضرات نے اس کے حدیث ہونے کی تردید کی ہے۔ [1]

اگر کسی کو یہ بات ناگوار معلوم ہو، تو اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس حدیث کو باسند اور معتبر طریقے سے

---

[1] ومثل هذا حديث: " من ترك سنتي لم تنله شفاعتي "فتشت عنه كثيرا في الكتب فلم أجد حتى ما يقاربه إلا في شرح شرعة الإسلام وليس من الكتب المعتمدة، ولا بد من حذف هذا الحديث من كتبي إنشاء ربي(السنن والمبتدعات المتعلقة بالأذكار والصلوات،لمحمد بن أحمد عبد السلام خضر الشقيرى، ص ٢٩٣، فصل في بيان جملة أحاديث في ديوان خطب الشيخ خطاب السبكي)

لا صلاة واجبة غيرُ هؤلاء الخمس فيُفهَم من ذلك أنّ الوتر غيرُ واجبة وأن من ترك نوافل الصلوات كسنة الظهر وسنة العصر وغيرهما فلا إثم عليه وهو كذلك .

وأما حديث البخاري من رغب عن سُنتي فليس مني فمعناه من ترك شريعتي وهو كاره طريقتي التي جئت بها فهو كافر .ويدلّ على أنه لا صلاة واجبة غيرُ هؤلاء الخمس وأنه لا مؤاخذة على الشخص بترك النوافل الحديثُ المرفوعُ حديثُ طلحةَ ابنِ عبيد الله أنّ رجلاً ثائر الرأس جاء إلى النبيّ فقال يا رسولَ الله أخبرني بما افترض الله عليّ من الصلاة فقال خمس صلوات ثم قال أخبرني بما افترض الله عليّ من الصيام ثم قال أخبرني بما افترض الله عليّ من الزكاة فعلمَهُ شرائع الإسلام فولّى الرجل وهو يقول والذى أكرمك بالنبوّة لا أتطوع شيئًا ولا أنقُصُ مما افترض الله عليّ شيئًا فقال صلى الله عليه وسلم أفلح الرجل إن صدق رواه البخاري في كتاب الصيام، فقوله صلى الله عليه وسلم أفلح الرجل إن صدق أي فيما حلف عليه وهو أنّه لا يفعل شيئًا من النوافل ولا يترك شيئًا ممّا افترض الله عليه من أداء الواجب واجتناب المحرّم لأنه كان علّمه ما هو فرض وما هو حرام .

وإذا عُلم هذا ظهرَ بُطلانُ ما شاع عند بعض العوامّ من قولِ بعضهم إنّ الرسول قال من لم يُصلِّ سُنتي فليس من أُمتي وقولِ بعضهم إنه قال من لم يصل سُنتي يأتي يوم القيامة وليس على وجهه قطعة لحم وقولِ بعضهم إنه قال من لم يصل سُنتي لم تنله شفاعتي يريدون به النوافل فكل ذلك كذب على الرسول صلى الله عليه وسلم وضلالٌ ولا ينفعهم قصدهم بذلك حثّ الناس على النوافل(عمدة الراغب في مختصر بغية الطالب، للشيخ عبدالله الهرري، ص١٢٧، ١٢٨،عمدة الراغب في الطهارة والصلاة، فصل معقود لبيان الصلوات الواجبة ومواقيتها،مطبوعة: شركة دارالمشاريع، الطبعة الثانية ١٤٣٠ هـ، 2009ء)

وأما مايدور على ألسنة بعض الناس من قولهم: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "من ترك سنتي فليس من أمتي "فمرادهم النفل، وكذلك قولهم: "من ترك سنتي لم تنله شفاعتي "يريدون به ترك بعض النوافل، وقولهم: "من لم يصل السنة يواجه رسول الله يوم القيامة وليس في وجهه لحم "، وهذه الأقوال كذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا وجود لها في أحاديث رسول الله، وألفاظها كذب على الرسول ومعانيها فاسدة، فليحذر منها تحذيرًا مؤكدًا(دارالفتوى: المجلس الاسلامى الاعلىٰ، آستريليا،معنى السنة إذا وردت في الشريعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ثابت کرے، نہ یہ کہ اِدھراُدھر کی باتیں کر کے تضییعِ اوقات میں مبتلا ہو۔

پھر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک سنتِ مؤکدہ پر مواظبت اور پابندی مستحب ہے، اور جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تخفیف یعنی اس کو ہلکا سمجھے بغیر سنتِ مؤکدہ کو ترک کردے، وہ گناہ گار نہیں، تاہم اس کی عادت بنالینا کراہت سے خالی نہیں۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک سنتِ مؤکدہ کا بلاعذر ترک کرنا بہرحال کراہت واساءت سے خالی نہیں، جس پر ملامت کی جائے گی، اوراس کو گمراہی سے ڈرایا جائے گا، جبکہ بعض نے سنتِ مؤکدہ کے بلاعذر چھوڑنے کو حرام کے قریب درجہ دے دیا ہے، مگر یہ سب حنفیہ کے اقوال ہیں، حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کا قول پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔

بندہ کو ذاتی طور پر دلائل میں غور کرنے سے اس مسئلہ میں حنفیہ کے قول کی طرف رجحان نہیں ہوسکا، بلکہ جمہور فقہاء کے قول کی طرف رجحان ہوا۔ واللہ اعلم۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأما الحديث الذى يذكره بعض المقلدين معزوا إلى النبى صلى الله عليه وسلم: "من ترك سنتى لم تنله شفاعتى "فلا أصل له عن رسول الله صلى الله عليه وسلم .(تلخيص صفة صلاة النبى صلى الله عليه وآله وسلم للالبانى، ص ۵، تقديم)

ومثله الحديث الذى يورده بعض المشايخ المتأخرين فى الحض على التمسك بالسنة بمعناها الاصطلاحى وهو: من ترك سنتى لم تنله شفاعتى فأخطأوا مرتين:

الأولى: نسبتهم الحديث إلى النبى – صلى الله عليه وآله وسلم – ولا أصل له فيما نعلم.

الثانية: تفسيرهم للسنة بالمعنى الاصطلاحى غفلة منهم عن معناها الشرعى، وما أكثر ما يخطء الناس فيما نحن فيه بسبب مثل هذه الغفلة(موسوعة الالبانى فى العقيدة، ج۲ ص ۲۲۳، جماع أبواب الكلام حول حكم اتخاذ القبور مساجد، وحكم الصلاة فى المساجد المبنية على القبور، باب حكم اتخاذ القبور مساجد،صَنَعَهُ:شادى بن محمد بن سالم آل نعمان)

[1] يرى جمهور الفقهاء استحباب المواظبة على السنن الرواتب .وذهب مالك فى المشهور عنه: إلى أنه لا توقيت فى ذلك حماية للفرائض، لكن لا يمنع من تطوع بما شاء إذا أمن ذلك.

وصرح الحنفية أن تارك السنن الرواتب يستوجب إساءة وكراهية .وفسر ابن عابدين استيجاب الإساءة بالتضليل واللوم .وقال صاحب كشف الأسرار: الإساءة دون الكراهة .وقال ابن نجيم: الإساءة أفحش من الكراهة .وفى التلويح: ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام .وقال الحنابلة بكراهة ترك الرواتب بلا عذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵ ص ۲۷۶، مادة "سن")

ومن ترك سنة لا عن استخفاف بالنبى -عليه السلام -فلا إثم عليه، لكن لا ينبغى أن يترك سنة مؤكدة على الدوام؛ فإن ترك السنة المؤكدة على الدوام يدل على قلة صلاح الرجل، واستخفافه بالشرع(المفاتيح فى شرح المصابيح، ج ۱، ص ۲۱۶،باب الإيمان بالقدر)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

# ”طلوعِ فجر سے قبل اذان“ کے متعلق شاہ ولی اللہ کا موقف

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”المسویٰ شرح الموطأ“ میں فرماتے ہیں:

**قال یحییٰ وقال مالک: لم تزل الصبح ینادی لھا قبل الفجر ، فأما غیرھا من الصلوات فانا لم نرھا ینادی لھا الا بعد أن یحل وقتھا.**

**قلت: وعلیہ الشافعی، وقال ابوحنیفة : لایحتسب بالأذان قبل طلوع الفجر** (المسویٰ شرح الموطأ، الجزء الاول، ص ۱۲۱، ۱۲۲، کتاب الصلاة، باب التاذین للصبح فی وقت السحر، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان)

ترجمہ: یحیٰ کہتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا کہ فجر سے پہلے صبح کی اذان ہمیشہ سے دی جاتی رہی ہے، جہاں تک فجر کے علاوہ دوسری نمازوں کا تعلق ہے، تو ہم نے ان کی اذان صرف وقت داخل ہونے کے بعد ہی دیکھی ہے۔

(شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ امام شافعی اسی کے قائل ہیں (کہ فجر کی اذان، طلوعِ فجر سے پہلے دینا جائز ہے) جبکہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ طلوعِ فجر سے پہلے فجر کی اذان کا اعتبار نہیں ہوتا (المسویٰ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ مؤطا امام مالک کی فارسی شرح ”مصفّٰی“ میں فرماتے ہیں:

مذہب شافعی ہمین ست ، وابوحنیفہ میگوید معتبر نیست بانگ پیش از طلوعِ فجر

(مصفّٰی، ج۱ص۸۶، باب التاذین للصبح فی وقت السحر، مطبوعہ: مطبع فاروقی، دہلی)

ترجمہ: امام شافعی کا مذہب یہی ہے، اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ طلوعِ فجر سے پہلے اذان معتبر نہیں (مصفّٰی)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ فجر کے علاوہ دوسری نمازوں کی

www.idaraghufran.org

اذان تو وقت داخل ہونے سے پہلے دینا حنفیہ وشافعیہ دونوں کے نزدیک معتبر نہیں، جہاں تک فجر کی اذان کا تعلق ہے، تو امام شافعی کے نزدیک فجر کی نماز کے لیے اذان، طلوعِ فجر سے پہلے جائز ہے، لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے دونوں اقوال میں سے کسی ایک قول کو واضح طور پر ترجیح نہیں دی۔

جہاں تک اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے اقوال کی تفصیل کا تعلق ہے، تو فقہائے کرام کے نزدیک اصل مسئلہ یہ ہے کہ عام نمازوں میں کسی نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اس نماز کے لیے اذان دینا جائز نہیں۔ [1]

البتہ فجر کی اذان کے طلوعِ فجر سے پہلے جائز ہونے نہ ہونے کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

حنفیہ میں سے طرفین (یعنی امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ ) کے نزدیک فجر کی اذان، طلوعِ فجر سے پہلے دینا جائز نہیں، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک فجر کی اذان کا طلوعِ فجر سے پہلے دینا جائز ہے۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام (یعنی شافعیہ، مالکیہ وحنابلہ ) کے نزدیک بھی فجر کی اذان

---

[1] دخول وقت الصلاة المفروضة شرط للأذان، فلا يصح الأذان قبل دخول الوقت -إلا فى الأذان لصلاة الفجر على ما سيأتى -لأن الأذان شرع للإعلام بدخول الوقت، فإذا قدم على الوقت لم يكن له فائدة، وإذا أذن المؤذن قبل الوقت أعاد الأذان بعد دخول الوقت، إلا إذا صلى الناس فى الوقت وكان الأذان قبله فلا يعاد .وقد روى أن بلالا أذن قبل طلوع الفجر فأمره النبى صلى الله عليه وسلم أن يرجع فينادى :ألا إن العبد قد نام، فرجع فنادى :ألا إن العبد قد نام.

والمستحب إذا دخل الوقت أن يؤذن فى أوله، ليعلم الناس فيأخذوا أهبتهم للصلاة، وكان بلال لا يؤخر الأذان عن أول الوقت(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢، ص ٣٦٣،مادة "أذان")

دخول الوقت :فلا يصح الأذان ويحرم باتفاق الفقهاء قبل دخول وقت الصلاة، فإن فعل أعاد فى الوقت؛ لأن الأذان للإعلام، وهو قبل دخول الوقت تجهيل .ولذا يحرم الأذان قبل الوقت لما فيه من التلبيس والكذب بالإعلام بدخول الوقت، كما يحرم تكرير الأذان عند الشافعية، وليس منه أذان المؤذنين المعروف فى كل مسجد(الفِقهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ للزحيلى، ج ١، ص ٦٩٨، القسم الأول :العبادات، الباب الثانى، الفصل الثالث، شروط الأذان)

طلوعِ فجر سے پہلے دینا جائز اور معتبر ہے۔ ل

ل أمـا بـالـنسبة لـلـفـجـر فـذهـب مـالـك والشافعي وأحمد وأبو يوسف من الحنفية إلى أنه يجوز الأذان لـلـفـجـر قبـل الوقت، في النصف الأخير من الليل عند الشافعية والحنابلة وأبي يوسف، وفي السدس الأخير عند المالكية .ويسـن الأذان ثـانيـا عـنـد دخول الوقت لقول النبي صلى الله عليه وسلم :إن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم.

وعـنـد الحنفية -غير أبي يوسف -لا يـجـوز الأذان لـصلاة الفجر إلا عند دخول الوقت، ولا فرق بينها وبين غيـرهـا من الصلوات؛ لما روى شداد مولى عياض بن عامر أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لبلال :لا تؤذن حتى يستبين لك الفجر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢،ص ٣٦٣،مادة "أذان")

لـكن أجاز الجمهور غير الحنفية، وأبو يوسف :الأذان لـلصبح بعد نصف الليل، ويندب بالسحر وهو سدس الـلـيـل الأخيـر، ثـم يـعـاد استـنـانـا عـنـد طلـو ع الـفـجـر الـصـادق (الـفِـقْـهُ الإسـلاميُّ وأدلَّتُـهُ للزحيلي، ج ا ،ص ٦٩٨،القسم الأول :العبادات،الباب الثاني،الفصل الثالث،شروط الأذان)

وأما الـصبح فقد ذكرنا أن مذهبنا جوازه قبل الفجر وبعده وبه قال مالك والأوزاعي وأبو يوسف وأبو ثور وأحمد وإسحاق وداود وقال الثوري وأبو حنيفة ومحمد لا يجوز قبل الفجر وحكى ابن المنذر عن طائفة أنه يجوز أن يؤذن قبل الفجر إن كان يؤذن بعده(المجموع شرح المهذب، ج٣،ص ٨٩،كتاب الصلاة،باب الاذان)

يشـر ع الأذان لـلفجر قبل وقتها،وهو قول مالك، والأوزاعي، والشافعي، وإسحاق،ومنعه الثوري، وأبو حنيفة، ومحمد بن الحسن(المغني لابن قدامة، ج ا ،ص٢٩٧،كتاب الصلاة،باب الأذان،فصل الأذان للفجر قبل وقتها)

وأما وقت الأذان :فاتفق الجميع على أنه لا يؤذن للصلاة قبل وقتها، ما عدا الصبح فإنهم اختلفوا فيها، فذهب مـالك والشـافـعي إلى أنه يجوز أن يؤذن لها قبل الفجر، ومنع ذلك أبو حنيفة، وقال قوم :لا بد للصبح إذا أذن لها قبل الفجر من أذان بعد الفجر ;لأن الـواجب عندهم هو الأذان بعد الفجر، وقال أبو محمد بن حزم: لا بد لها من أذان بعد الوقت، وإن أذن قبل الوقت جاز إذا كان بينهما زمان يسير قدر ما يهبط الأول ويصعد الثاني.

والسبب في اختلافهم أنه ورد في ذلك حديثان متعارضان :أحدهما :الحديث المشهور الثابت، وهو قوله -عليه الصلاة والسلام :-إن بـلالا ينـادي بليل، فكلوا واشربوا حتى ينادي ابن أم مكتوم ، وكان ابن أم مكتوم رجلا أعمى لا ينادي حتى يقال له :أصبحت أصبحت.

والثاني :ما روى عن ابن عمر -رضـي الله عنهما :-أن بـلالا أذن قبل طلوع الفجر، فأمره النبي -صلى الله عليه وسلم -أن يرجع فينادي :ألا إن العبد قد نام وحديث الحجازيين أثبت، وحديث الكوفيين أيضا خرجه أبو داود، وصححه كثير من أهل العلم، فذهب الناس في هذين الحديثين إما مذهب الجمع، وإما مذهب الترجيح.

فأما من ذهب مذهب الترجيح فالحجازيون، فإنهم قالوا :حديث بلال أثبت والمصير إليه أوجب.

وأما من ذهب مذهب الجمع فالكوفيون، وذلك أنهم قالوا :يحتمل أن يكون نداء بلال في وقت يشك فيه فـي طلوع الفجر ;لأنـه كـان فـي بـصـره ضعف، ويكون نداء ابن أم مكتوم في وقت يتيقن فيه طلوع الفجر، ويـدل على ذلك ما روى عن عائشة أنها قالت " :لـم يـكـن بين أذانيهما إلا بقدر ما يهبط هذا ويصعد هذا "

وأما مـن قـال إنه يجمع بينهما :أعـنـي أن يؤذن قبل الفجر وبعده) فـعـلـى ظاهر ما روى من ذلك في صلاة الـصـبـح خـاصـة، أعـنـي أنه كان يؤذن لها في عهد رسول الله -صـلـى الله عليه وسلم -مـؤذنان بلال وابن أم مكتوم(بداية المجتهد ،ج ا ،ص ١١٥ ،كتاب الصلاة،الباب الثاني،القسم الثالث من الفصل الأول وقت الأذان)

www.idaraghufran.org

پس احتیاط کا تقاضا تو یہی ہے کہ فجر کی اذان، طلوعِ فجر سے پہلے نہ دی جائے، بلکہ طلوعِ فجر ہونے کے بعد ہی دی جائے، لیکن اگر کسی نے فجر کی اذان طلوعِ فجر سے کچھ وقت پہلے دے دی، تو جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس اذان کو فجر کی نماز کے لیے درست قرار دیا جائے گا۔

بالخصوص جبکہ کسی معقول وجہ سے ایسا کیا جائے، تو اس اذان کو درست قرار دیے جانے سے اختلاف کرنا مناسب نہیں۔ مثلاً آج کل بہت سے علاقوں میں لوگوں کی یہ عادت بلکہ پختہ معمول ہوگیا ہے کہ وہ رمضان کے فرض روزوں میں بھی سحری کھانے کا عمل اس وقت تک جاری رکھتے ہیں، جب تک فجر کی اذان سنائی نہیں دیتی۔ دوسری طرف حنفی علماء کی جانب سے اس پر بھی زور دیا جاتا ہے کہ فجر کی ذان، طلوعِ فجر سے پہلے دینا جائز نہیں۔

اب اگر مذکورہ صورتِ حال میں دونوں باتوں کا جائزہ لیا جائے، تو یہ سمجھنا زیادہ مشکل نہیں کہ طلوعِ فجر کے بعد کھانے پینے کی صورت میں فقہائے کرام میں سے کسی کے نزدیک بھی روزہ درست نہ ہوگا، اور اگر فرض روزہ ہے، تو اس کے ضائع ہونے کا نقصان کہیں زیادہ ہوگا۔

جبکہ اذان، فرض کے بجائے سنت ہے، نیز اکثر فقہائے کرام کے نزدیک فجر کی اذان کا طلوعِ فجر سے پہلے دینا جائز ہے۔

ایسی حالت میں جبکہ لوگوں کا معمول وعادت اذان ہونے تک روزے کی سحری کھانے کی ہو، تو بجائے اس کے کہ اذان کو طلوعِ فجر ہونے کے بعد تک مؤخر کیا جائے، اس کے مقابلے میں زیادہ اھون صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اذان کو طلوعِ فجر پر مقدم کردیا جائے، یعنی طلوعِ فجر سے اتنے پہلے اذان دے دی جائے کہ اذان ختم ہونے کے بعد طلوعِ فجر ہو، تاکہ لوگ طلوعِ فجر ہونے سے پہلے پہلے سحری کھانے کا سلسلہ موقوف کردیں۔

اس کے نتیجے میں ایک طرف تو عامۃ الناس کے روزے درست قرار پائیں گے، اور دوسری طرف جمہور فقہائے کرام کے نزدیک فجر کی اذان بھی درست اور معتبر قرار پائے گی۔ [1]

---

[1] بندہ محمد رضوان نے اپنے بعض شروع کے مضامین میں رمضان میں طلوعِ فجر سے قبل اذانِ فجر کے معتبر نہ ہونے پر حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق حکم بیان کیا تھا، لیکن اب مندرجہ بالا احوال کے پیشِ نظر اس سلسلہ میں بندہ کی رائے میں لچک پیدا ہوگئی، اور اب بندہ کی رائے اس سلسلہ میں وہی ہے، جو اوپر ذکر کی گئی۔ محمد رضوان۔

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

# افادات وملفوظات

## موجودہ دور کے بعض صوفیاء ومشائخ کے ہاں ”التزام مالا یلزم“

(3رجب المرجب1439ہجری)

موجودہ دور کے بہت سے صوفیائے کرام ،تفقہ فی الدین کی نعمت سے محروم ہونے بلکہ بعض تو جہالت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے افراط یا تفریط میں مبتلا ہوجاتے ہیں،اور بعض رسمیات یا اپنے مشائخ کے طور وطریقوں بلکہ اپنے یا اپنے بزرگوں کے طبعی طور پر پسندیدہ امور کو شریعت کے مشروع، بلکہ مسنون اعمال واحکام کا درجہ دے دیتے ہیں، جو کہ غیر معتدل طرزِ عمل ہے۔

نام نہاد مشائخ،صوفیاء اور سجادہ نشینوں کے یہاں تو جو کچھ ہوتا ہے، وہ الگ ہے،لیکن جو محتاط اور محققین کا سلسلہ ہے، اس میں بھی موجود دور کے بعض حضرات کئی قسم کی افراط وتفریط کا شکار ہوجاتے ہیں۔

مثلاً ہمارے یہاں تھانوی سلسلہ کے بعض صوفیاء بزرگوں نے پانچ کلی ٹوپی کو اتنا اہم اور لازم و ضروری سمجھ لیا ہے کہ اس کے بغیر وہ نہ کسی کو اپنا مرید تصور کرتے ہیں، نہ اپنے یہاں مدرسہ میں طالبِ علم کو داخل کرتے اور نہ ہی اپنے مدرسہ یا خانقاہ میں ملازم رکھتے ہیں،ایسے شخص کو خلافت دینا تو بہت دور کی بات ہے،خواہ اس کے اخلاق کی اصلاح کیوں نہ ہوچکی ہو۔

حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مریدین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر اس طرح کی پابندیاں نہیں لگائیں۔

ایسے ہی ایک خانقاہ میں میرا جانا ہوا، جہاں پر سب لوگوں نے پانچ کلی ٹوپی پہن رکھی تھی،مگر میں نے اس وقت اپنے سر پر جالی کی گول ٹوپی پہنی ہوئی تھی، جو عام طور پر بازار سے دستیاب ہوجاتی ہے،اور ہمارے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی بھی عموماً اسی

طرح کی ٹوپی پہنتے ہیں۔

وہاں کے شیخ صاحب نے اپنے مریدین سے میرا تعارف کرایا کہ ان کا نام مفتی محمد رضوان ہے، اور ان کے والد کا نام محمد غفران اور دادا کا نام منشی محمد سلیمان تھا، جو کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خاص خدام، حضرات میں سے تھے، اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی ڈاک لایا کرتے تھے، وغیرہ وغیرہ۔

ان شیخ صاحب نے اوران کے تمام مریدین نے اس وقت چونکہ پانچ کلی ٹوپی پہنی ہوئی تھی اور بندہ نے اس وقت اپنے سر پر جالی کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے بندہ کا حلیہ دوسرے حاضرینِ مجلس سے الگ تھلگ ہی نمایاں طور پر محسوس ہورہا تھا۔

جب یہ مجلس برخواست ہوگئی، تو شیخ موصوف کے ایک مرید صاحب نے مجھ سے ایک طرف ہوکر معلوم کیا کہ آپ نے جو یہ جالی کی ٹوپی پہن رکھی ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے، اور اس کا ثبوت کہاں سے ہے؟

میں نے اس کے جواب میں ان صاحب سے کہا کہ آپ نے جو پانچ کلی ٹوپی پہن رکھی ہے، پہلے آپ خود اس کا ثبوت پیش کیجیے، اور بتلائیے کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ جس طرح کا ثبوت آپ کی پہنی ہوئی ٹوپی کا ہے، اسی طرح کا ثبوت میری پہنی ہوئی ٹوپی کا بھی ہے، اور جو جواب آپ کی اپنی پہنی ہوئی ٹوپی سے متعلق ہوگا، وہی جواب میرا بھی ہوگا، جیسا کہ عربی میں مشہور ہے کہ:

"فَمَا هُوَ جَوَابُكَ فَهُوَ جَوَابُنَا"۔

اعتراض کرنے والے وہ صاحب میری یہ بات سن کر دم بخود رہ گئے، اور کوئی جواب نہ بن پڑا، بڑے سٹپٹائے، کیونکہ انہوں نے اپنے شیخ اور اپنے تمام پیر بھائیوں کے طرزِ عمل کی وجہ سے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ان کی پانچ کلی مخصوص ٹوپی تو شرعاً ثابت ہے، اور اس کے علاوہ کوئی دوسری ٹوپی شریعت کی رُو سے ثابت نہیں۔

میں نے ان صاحب سے عرض کیا کہ بندہ نے "ٹوپی کی شرعی حیثیت" کے عنوان سے ایک مستقل کتاب تالیف کی ہے، جس میں باحوالہ یہ بات مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، تابعینِ

عظام اور جلیلُ القدر فقہاء ومحدثین وغیرہ سے مختلف اقسام کی ٹوپیاں پہننا ثابت ہے، جالی والی اور سوراخ والی بھی، اور گرم اونی بھی، اور بڑی ٹوپی بھی اور چھوٹی ٹوپی بھی، اور مختلف رنگوں کی ٹوپی بھی، یہاں تک کہ سیاہ اور کالے رنگ کی ٹوپی کا بھی ثبوت ملتا ہے، اور بہت سے فقہاء نے سیاہ رنگ کے لباس کو، جبکہ بعض فقہاء نے سبز رنگ کے لباس کو مستحب قرار دیا ہے، جس طرح سفید رنگ کے لباس کو بھی فقہائے کرام نے مستحب قرار دیا ہے، اور اس کے علاوہ دوسرے رنگوں کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ کوئی نسوانیت وغیرہ سے تشبہ لازم نہ آئے، ظاہر ہے کہ ٹوپی بھی لباس کا حصہ ہے، اس لیے اس میں بھی لباس والا حکم جاری ہوگا۔

اور ٹوپی سے مقصود سر کا حیا وغیرت کے طریقہ پر ڈھانپنا ہے، یہ مقصود جس طرح کی ٹوپی سے حاصل ہو جائے، اور اس میں کسی غیر قوم کی مشابہت بھی لازم نہ آتی ہو، تو اس سے ٹوپی پہننے یا اوڑھنے کی سنت حاصل ہو جاتی ہے۔

پھر کسی خاص قسم کے رنگ یا طرز کو لازم سمجھنا اور اس کے بغیر بزرگیت کو تسلیم نہ کرنا، یہاں تک کہ اس کو اپنی مخصوص جماعت یا گروہ کا شعار بنا کر دوسروں کو حقیر ومعیوب سمجھنا شرعاً کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ فقہائے کرام نے ''التزام مالا یلزم'' کو معصیت اور گناہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

لٰہذا پانچ کلی ٹوپی کو ضروری درجہ دینا یا اس کو اپنے مباح درجہ سے بڑھانا درست نہیں۔

اس کے علاوہ یہاں کچھ عرصہ پہلے ایک خانقاہی بزرگ بلکہ شیخِ طریقت تشریف لائے، جو کہ بندہ کے والد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں، اور بندہ کے ساتھ بھی اسی نسبت سے محبانہ ومشفقانہ تعلق رکھتے ہیں۔

بندہ نے ان سے ملاقات کے وقت اپنی حسبِ عادت سیاہ رنگ کی جالی والی ٹوپی پہن رکھی تھی، جس کو بندہ فقہی اعتبار سے جائز، بلکہ مستحب سمجھتا ہے۔

ان بزرگ نے بندہ کی یہ ٹوپی دیکھ کر فرمایا کہ ارے آپ نے پانچ کلی ٹوپی نہیں پہنی، آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلہ کی پانچ کلی ٹوپی پہنیں، اور انہوں نے بندہ کو اپنے پاس سے دو عدد پانچ کلی ٹوپیاں فراہم کیں، ان میں سے ایک ٹوپی کو بندہ نے ادب کی خاطر

اور اعزاز سمجھ کر اسی وقت پہن لیا، اور دوسری ٹوپی کو اپنے ساتھ رکھ لیا، لیکن ساتھ ہی یہ محسوس کیا کہ ہمارے یہاں بہت سے صوفیاء اور مشائخ کے حلقہ میں بعض مباحات کے اندر غلو ہونے لگا ہے، جس کو اعتدال پر لانے اور ان میں تفقہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

لیکن تعجب وحیرت ہے کہ آج کل بعض صوفیاء ومشائخ اپنے مخصوص روایتی امور میں فقہی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے، بلکہ بعض تو فقہی چیزوں کا مذاق بھی بناتے ہیں، استغفراللہ، جس کی وجہ سے متعدد بے اعتدالیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ صوفیائے کرام کے یہاں اس طرح کی بے اعتدالیوں کو دور کرنے اور اعتدال پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، تاکہ صوفیائے کرام خود بھی بے اعتدالیوں کی وجہ سے گناہ گار ہونے سے محفوظ رہیں، اور ان کے واسطہ سے عوام بھی محفوظ رہیں، کیونکہ دین، سب کے لیے ہے، اور کوئی شخص یا مسلک یا طبقہ یا جماعت دین کے احکام سے بریٔ ومستغنی نہیں، مگر یہ کہ کوئی ہوش وحواس سے محروم ہونے کی وجہ سے مکلّف ہی نہ رہے۔

اسی طرح آج کل بعض مشائخ اور صوفیائے کرام کے یہاں حلقۂ ارادت میں داخل ہونے اور اس تعلق کو برقرار رکھنے کے لیے سر کے بال منڈا کر رکھنا، یا پھر سر پر اتنے چھوٹے چھوٹے بال ہونا ضروری سمجھا جانے لگا ہے، جن میں کنگھا کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے، اور ان کے یہاں اتنے بڑے بال رکھنے کی اجازت نہیں کہ ان میں کنگھا ہو سکتا ہو، یا کنگھا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہو، اور اگر کوئی اس طرح کے بال رکھے، جن میں کنگھا ہو سکتا ہو، تو اس کو نہ تو بیعت کرتے ہیں، اور نہ ہی اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کرتے، خلافت دینا تو در کنار۔

حالانکہ مرد حضرات کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل اور دوامی سنت، جس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں، وہ سر پر بال رکھنا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اعتدال کے ساتھ اپنے سر کے بالوں میں کنگھا کرنا اور اپنے ساتھ کنگھا رکھنا بھی ثابت ہے۔

جہاں تک کہ سر کے بال منڈانے کا تعلق ہے، تو اس کو بعض فقہاء نے مکروہ، بعض نے مباح اور بعض نے مستحب یا سنت قرار دیا ہے، جبکہ بعض نے مرد حضرات کے حق میں سر کے بال منڈانے کو خوارج

www.idaraghufran.org

کی علامت قرار دیا ہے، کیونکہ اس کا کئی احادیث میں ذکر آیا ہے، چنانچہ بندہ نے ''خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق'' کے عنوان سے ایک رسالہ تالیف کیا ہے، اس میں اس کی تفصیل وتحقیق ذکر کی ہے۔

بہرحال اگر مرد حضرات کے حق میں سر کے بال منڈانے کے سنت ومستحب ہونے کے قول کو بھی لیا جائے، تب بھی اس سے مرد حضرات کو سر پر بال رکھنے کے قول کا ناجائز ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ سر پر بال رکھنے اور ان میں اعتدال سے کنگھا کرنے کو ناجائز یا بدعت کسی مجتہد نے بھی نہیں کہا، جب تک وہ بال اتنے بڑے نہ ہوں کہ ان میں عورتوں وغیرہ کی مشابہت لازم آئے، یا اور کوئی خارجی خرابی لازم آئے، جبکہ سر کے بال منڈانے کے مکروہ وغیرہ ہونے کا قول بعض فقہاء ومجتہدین کا موجود ہے، اگرچہ وہ کسی کے نزدیک راجح نہ ہو، یہ الگ بحث ہے۔

لیکن ایک متفق علیہ سنت پر عمل کرنے والے پر نکیر کرنا اور اس عمل کی گنجائش نہ دینا اور اس کے خلاف کو تقوے وپاکیزگی اور اصلاحِ نفس کے لیے لازم وملزوم سمجھنا، یہ سب چیزیں شرعی وفقہی اصولوں سے ناواقفیت اور غلو وتشدد پر مبنی ہیں، جس سے شریعت نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، اور اس سلسلہ میں یہ صوفیاء اور مشائخ جو اپنے مدعا پر دلائل پیش کیا کرتے ہیں، وہ شرعی وفقہی اعتبار سے قابلِ اطمینان معلوم نہیں ہوسکے۔

اسی طرح بعض صوفیاء ومشائخ کے یہاں سفید لباس کو بھی ایسا لازم سمجھ لیا گیا ہے کہ گویا کہ اس کے بغیر نہ تصوف وطریقت میں قدم رکھا جاسکتا ہے، نہ تقویٰ حاصل کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی اس کے بغیر بزرگیت کا تصور کیا جاسکتا ہے، اور اگر کوئی عالم یا بزرگ سفید لباس کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کا لباس پہنے، تو اسے معیوب اور سنت وبزرگی بلکہ عالمِ دین کی شان کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

یہ طرزِ عمل بھی درست نہیں، کیونکہ بلاشبہ سنت سے سفید رنگ کا پسندیدہ ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن اولاً تو سفید رنگ کے ساتھ ساتھ عام دوسرے رنگوں کے لباس کی ممانعت نہیں، سوائے مخصوص رنگوں کے، جن میں کوئی تشبہ بالغیر یا تشبہ بالنساء وغیرہ کی وجہ پائی جائے، لہٰذا جائز اور مباح چیز کو معیوب سمجھنا اور اس پر نکیر کرنا جائز نہیں، دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خود عملی طور پر ہمیشہ سفید رنگ

کے لباس کا اہتمام اور معمول ثابت نہیں، بلکہ احادیث وسنت پر نظر کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہوسکتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف الوان اور رنگوں کا لباس پہنا ہے، اور ہمیشہ سفید لباس پہننے کا اہتمام اور تکلف نہیں کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج تو تکلف کا تھا ہی نہیں، جس وقت جیسا لباس میسر آیا، ویسا پہن لیا، جب تک اس میں کوئی خرابی شامل نہ ہو۔

اس کے علاوہ سنت سے سیاہ اور سبز لباس کا پسندیدہ ہونا بھی معلوم ہوتا ہے، اس لیے بعض فقہاء نے سیاہ اور سبز لباس کو بھی مستحب قرار دیا ہے۔

بندہ نے جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیا ہے، تو اس سے یہ بات سمجھ آئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس کے الوان اور رنگوں کے انتخاب میں اہتمام وتکلف نہیں فرمایا، جب جس طرح کے رنگ کا لباس بلاتکلف میسر آ گیا، اس کو استعمال فرمالیا، خواہ وہ سفید رنگ کا ہو، یا سبز رنگ کا ہو، یا سیاہ رنگ کا ہو، یا کسی اور رنگ کا، جس طرح کھانے پینے اور سونے لیٹنے کی چیزوں میں بھی تکلف وتصنع کا اہتمام نہیں فرمایا۔

لہٰذا یہ سادگی اور بے تکلفی ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل سنت ہے، اور اس کے بجائے ہمیشہ کسی ایک رنگ کا اہتمام، بلکہ التزام ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک میں نہیں ملا۔

بندہ محمد رضوان کا بھی لباس وغیرہ کے سلسلہ میں الحمدللہ تعالیٰ یہی بے تکلفانہ طرزِ عمل ہے، اگرچہ بعض اصحابِ علم بندہ کے اس طرزِ عمل کو پسند نہیں فرماتے، بلکہ بعض اوقات اس طرزِ عمل کو عالمِ دین کی شان کے خلاف بھی قرار دیتے ہیں، اور سفید لباس پہننے کا اہتمام کرنے پر زور دیتے ہیں، لیکن کسی کے کہنے یا سمجھنے سے تو کچھ نہیں ہوتا، اصل مقصود تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اس کی رضا ہے۔

لہٰذا سفید لباس کا التزام کرنا اور دوسرے رنگ کے لباس پر نکیر کرنا اور اس کو معیوب سمجھنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔

بندہ نے جن مشائخ کی صحبت اٹھائی، اور ان سے باقاعدہ اصلاحی تعلق قائم رکھا، اور ان سے بندہ کو مناسبت قائم ہوئی، ان کے یہاں الحمدللہ تعالیٰ اس طرح غیر منکر پر نکیر، التزام مالا یلزم، تشدد وسختی

اوراس طرح کی افراط وتفریط بندہ نے نہیں دیکھی، جن میں حضرت مسیح الامت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی، حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہما اللہ اوران کے بعد حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی سرفہرست ہیں کہ بندہ نے ان حضرات کے یہاں مذکورہ اوردیگرامور میں بہت اعتدال دیکھا، اورموجودہ دور کے رسمی مشائخ وصوفیاء میں رائج مختلف روایتی اوررسمی اموراوردین میں تشددوغلو سے ان حضرات کومحفوظ پایا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کوجزائے خیرعطافرمائے۔آمین۔

# گھڑی کس ہاتھ میں باندھی جائے؟

(5رجب المرجب1439ہجری)

آج کل بعض لوگ ہاتھ میں گھڑی باندھنے کے مسئلہ میں ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں، اورایک دوسرے سے جھگڑتے ہیں کہ گھڑی دائیں ہاتھ میں باندھنا سنت ہے، یابائیں ہاتھ میں باندھنا سنت ہے، بعض دائیں ہاتھ میں باندھنے کوسنت اور بائیں ہاتھ میں باندھنے کوخلافِ سنت کہتے ہیں، اور بعض اس کے بجائے بائیں ہاتھ میں باندھنے کوسنت اور دائیں ہاتھ میں باندھنے کوخلافِ سنت کہتے ہیں، جبکہ بعض دونوں طریقوں کوخلافِ سنت قراردے کر جیب میں گھڑی رکھنے پرزوردیتے ہیں۔

حالانکہ یہ سب باتیں درست نہیں، کیونکہ اولاً تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس گھڑی کا وجود ہی نہیں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھڑی کوکبھی نہیں پہنا، پھرگھڑی کا دائیں یابائیں ہاتھ میں پہننا یاجیب میں رکھنا سنت کیسے ہوسکتا ہے۔

دوسرے گھڑی کا مقصد وقت معلوم کرنا اوروقت کا دیکھنا ہے، اوراس مقصد کے لیے گھڑی کو پہننا ضروری نہیں، بلکہ کسی جگہ رکھ دینا یا دیواروغیرہ پرنصب کردینا یا جیب میں رکھ لینا بھی کافی ہوجاتا ہے، چنانچہ بعض گھڑیاں کسی الماری، میز یا ٹیبل وغیرہ پررکھی جاتی ہیں، بعض دیواروں میں نصب ہوتی ہیں، بعض جیب میں رکھی جاتی ہیں، اوربعض ہاتھ پرباندھی جاتی ہیں۔

پس جس شخص کوجس طرح سے سہولت اوراس کی ضرورت ہو، اس طرح سے عمل کرلینا جائز ہے، اگر

کوئی اپنے گلے میں لٹکانا چاہے، یہ بھی جائز ہے، جبکہ اس پر کوئی مفسدہ مرتب نہ ہو، اور دائیں یا بائیں ہاتھ میں باندھنا یا جیب میں رکھنا چاہے، یہ بھی جائز ہے، جس کو جس طرح سے آسانی ہو، اس کے مطابق عمل کرسکتا ہے، بہرحال گھڑی دائیں ہاتھ میں بھی باندھ سکتا ہے، اور بائیں ہاتھ میں بھی۔

البتہ بعض حضرات نے فرمایا کہ گھڑی وقت معلوم کرنے کا ذریعہ ہے، نماز کے اوقات معلوم کرنے کا بھی ذریعہ ہے، اس لیے یہ کام اچھا اور نیک ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اچھا کام دائیں ہاتھ سے کیا کرتے تھے، تو گھڑی کو دائیں ہاتھ میں باندھنا بہتر ہے، اگر کوئی اس قول کے مطابق عمل کرے، تو درست ہے، لیکن دایاں ہاتھ کثرت سے کام کاج میں استعمال ہوتا ہے، اس لیے اگر کسی کو دائیں ہاتھ میں گھڑی کو محفوظ رکھنا مشکل ہو، تو بائیں ہاتھ میں باندھنے میں بھی حرج نہیں۔

غرضیکہ گھڑی کے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں باندھنے یا جیب وغیرہ میں رکھنے کے مسئلہ میں سنت وعدمِ سنت کا باہم اختلاف کرنا اور اس کو اپنے درجہ سے بڑھانا، درست نہیں۔

مقالات و مضامین

مولانا شعیب احمد

# نماز کی اہمیت اور ہماری غفلت (قسط 1)

دینِ اسلام کی عبادات میں نماز کو ایک خاص اہمیت اور انفرادیت حاصل ہے۔ چنانچہ دیگر فرائض کا معاملہ یہ ہے کہ روزہ پورے سال میں صرف ایک مہینہ فرض ہوتا ہے، اس کے علاوہ فرض روزہ کوئی نہیں۔ زکاۃ کو لے لیجیے، پورے سال میں فقط ایک مرتبہ فرض ہوتی ہے اور وہ بھی ان لوگوں پر جو صاحبِ نصاب ہوں، غیر صاحبِ نصاب پر وہ بھی لازم نہیں۔ حج جیسا عظیم الشان فریضہ پوری زندگی میں فقط ایک مرتبہ فرض ہوتا ہے اور وہ بھی ان لوگوں پر جو بیت اللہ جانے کی استطاعت رکھتے ہوں، جو وہاں جانے کی استطاعت نہیں رکھتے ان پر وہ بھی لازم نہیں۔ صرف نماز ایک ایسی عبادت ہے جو روزانہ مسلمانوں پر پانچ مرتبہ فرض ہوتی ہے۔

نماز کے متعلق خدا بار بار یہ تلقین کرتا ہے کہ:

”وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ“ [1]

”لوگو نماز قائم کرو“۔

تقریباً نوے سے زیادہ مرتبہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز کا تذکرہ فرمایا ہے (کذا فی تبیان القرآن) اسی طرح احادیث میں بھی نماز کے متعلق جا بجا تلقین آئی ہے۔ بیسیوں نہیں، سینکڑوں احادیث ملتی ہیں جو نماز کی اہمیت واضح کرتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا“ (صحیح مسلم ،رقم الحديث: ۸۵، کتاب الایمان، باب بیان کون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال)

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے وقت پہ پڑھنا (یہ سب

---

[1] (سورة بقرة ، رقم الآية : ۱۱۰، سورة النور ، رقم الآية : ۵۶)

www.idaraghufran.org

سے زیادہ فضیلت والا عمل ہے)''(مسلم)

مرض الوفات میں سب سے آخری جملہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ادا ہوا وہ نماز کے متعلق ہی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے آخری کلام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ تھا:

''الصَّلَاةَ، وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ'' (سنن ابن ماجه: رقم الحديث: ٢٦٩٨، ابواب الوصايا، باب الحث على الوصية) [1]

''نماز کی پابندی کرنا اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا'' (ابنِ ماجہ)

احادیث سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ سب سے پہلے انسان سے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ بِصَلَاتِهِ، فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ'' (سنن النسائی، رقم الحديث: ٤٦٥، كتاب الصلاة، باب المحاسبة على الصلاة) [2]

''بلاشبہ سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر وہ درست نکل آئی تو بے شک وہ کامیاب ہوگیا اور نجات پا گیا، اور اگر وہ ناقص نکل آئی تو ہلاک ہوگیا اور نقصان میں پڑ گیا'' (سنن النسائی)

احادیث کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے بھی نماز کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

چنانچہ سیرت واحادیث کی کتابوں میں ملتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں مبتلا ہوئے اور مرض شدت اختیار کر گیا تو نبی صلی اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھجوایا کہ نماز پڑھا دیں۔ جب نماز شروع ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ نے اپنی طبیعت میں کچھ بہتری محسوس کی اور حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا سہارا لے کر مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

---

[1] صحيح لغيره .وهذا إسناد حسن.(حاشية سنن ابن ماجه)

[2] حكم الألباني : صحيح.(حاشية سنن النسائی)

" كَأَنِّى أَنْظُرُ رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ مِنَ الوَجَعِ " (صحيح بخارى ،رقم الحديث : ٦٦٤، كتاب الاذان ، باب: حد المريض أن يشهد الجماعة )

"گویا کہ میں ابھی بھی دیکھ رہی ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں تکلیف کی وجہ سے زمین پر گھسٹ رہے ہیں (اور آپ علیہ السلام اس حال میں بھی نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے کر گئے)" (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے بھی ہمیں نماز کی اہمیت کا پتا چلتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ اپنے گورنروں کو کہا کرتے تھے:

"إِنَّ أَهَمَّ أَمْرِكُمْ عِنْدِى الصَّلَاةُ، مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا، حَفِظَ دِينَهُ، وَمَنْ ضَيَّعَهَا، فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ" (مؤطا امام مالک ، رقم الحديث : ٩ ،باب:وقوت الصلاة )

"میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام نماز ہے، جس نے اس کی حفاظت کی اور اس کی پابندی کی اس نے اپنا (پورا) دین محفوظ کر لیا، اور جس نے اسے ضائع کیا تو وہ دوسرے کاموں کو تو بطریق اولیٰ ضائع کرے گا" (مؤطاء)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دلوں میں نماز کی اہمیت اس قدر تھی کہ وہ جنگ کے دوران بھی نماز چھوڑنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ بزبانِ اقبال: ؎

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز     قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز

ان مختصر احادیث وروایات سے نماز کی اہمیت کا پتا چلتا ہے۔

لیکن اس اہم فریضہ کو آج ہم کتنے دھڑلے سے چھوڑ دیتے ہیں اور اس پر مزید ستم یہ کہ بعض اوقات احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم کچھ غلط کر رہے ہیں اور خیال بھی نہیں گزرتا کہ کبھی اللہ کے سامنے کھڑا بھی ہونا پڑے گا اور جواب بھی دینا پڑے گا۔ ہمارے ہاں نماز کے معاملے میں جتنی کوتاہی، سستی اور غفلت پائی جاتی ہے اس پر کوئی لمبی چوڑی بحث کرنے کی ضرورت نہیں، ہر باشعور مسلمان اس سے باخبر ہی ہے۔ لیکن ہمیں سوچنا چاہیے کہ نماز نہ پڑھ کر ہم کس کا نقصان کرتے ہیں۔ کیا اللہ کا؟

www.idaraghufran.org

نعوذ باللّٰہ من ذالک ۔

وہ بے نیاز شہنشاہ تو کہتا ہے:

”يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا“ (مسلم: رقم الحديث: ٢٥٧٧، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم)

”اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے اور انسان اور جنات (تمام کے تمام) سب سے زیادہ گنہگار شخص کی طرح ہو جاؤ تو میری مملکت میں ذرہ برابر بھی کوئی کمی واقع نہیں کر سکتے“ (مسلم)

اور اللہ کی شان تو یہ ہے کہ:

”وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ“ (سورة بني اسرائيل، رقم الآية: ٤٤)

”اور کوئی چیز ایسی نہیں کہ جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو اس کی حمد و ثناء کے ساتھ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے“ (بنی اسرائیل)

جس اللہ کی تسبیح دنیا جہان کی ہر چیز کرتی ہے اسے ایک میرے یا کسی اور انسان کے نماز نہ پڑھنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ نماز نہ پڑھنے سے اگر کسی کو نقصان ہوتا ہے تو وہ ہماری اپنی ذات ہے۔

(جاری ہے..........)

پروپرائیٹر: وسیم ریاض

# ریاض سٹیل فرنیچر اینڈ الماری سنٹر

ہمارے ہاں الماری، کیبنٹ، سیف، آفس فرنیچر وغیرہ دستیاب ہیں

دوکان نمبر: M-76,77
وارث خان بس سٹاپ، راولپنڈی

Tel: 051-5500104
Ph: 051-5962645
Mob: 0333-5585721

**بسلسلہ :تاریخی معلومات** مولانا طارق محمود

# ماہِ شوال:نویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ شوال ۸۰۳ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن ابراہیم بن معتوق کردی صالحی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۱۱۵)

□......ماہِ شوال ۸۰۶ھ: میں حضرت برہان الدین ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن صدیق دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۴۴۴)

□......ماہِ شوال ۸۰۹ھ: میں حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن منصور بن عبداللہ اشمونی حنفی نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی، ج ۱ ص ۳۸۴،المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی لیوسف بن تغری، ج ۲ ص ۱۱۳)

□......ماہِ شوال ۸۰۹ھ: میں حضرت جمال الدین یوسف بن حسن بن محمد بن حسن بن مسعود بن علی حموی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی، ج ۲ ص ۳۵۵،طبقات الشافعیۃ لابن قاضی الشبہۃ، ج ۴ ص ۶۹)

□......ماہِ شوال ۸۱۳ھ: میں حضرت شمس الدین محمد بن علی مصری ابن القطان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(طبقات الشافعیۃ لابن قاضی الشبہۃ، ج ۴ ص ۵۸)

□......ماہِ شوال ۸۱۷ھ: میں حضرت قاضی مجد الدین ابوالطاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن ابوبکر بن ادریس بن فضل اللہ شیرازی فیروز آبادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(طبقات الشافعیۃ لابن قاضی الشبہۃ، ج ۴ ص ۶۵)

□......ماہِ شوال ۸۱۹ھ: میں حضرت حافظ تقی الدین احمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن فاسی مکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی لیوسف بن تغری، ج ۱ ص ۴۰۵،ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۳۵۲)

Idara Ghufran

☐......ماہِ شوال ۸۲۲ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن عبداللہ بن بدر بن مفرج بن بدر بن عثمان بن جابر بن فضل بن ضوء عامری غزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(طبقات الشافعیة لابن قاضی الشبهة ، ج۴ص ۷۹،المنهل الصافی والمستوفی بعد الوافی لیوسف بن تغری، ج ۱ ص ۳۵۱)

☐......ماہِ شوال ۸۲۳ھ: میں حضرت شیخ جمال الدین یوسف بن اسماعیل بن یوسف انبابی مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(طبقات الشافعیة لابن قاضی الشبهة ، ج۴ص ۱۱۳)

☐......ماہِ شوال ۸۲۳ھ: میں حضرت محمد بن محمد بن عثمان بن محمد بن عبدالرحیم بن ابراہیم بن ہبۃ اللہ جہنی حموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(طبقات الشافعیة لابن قاضی الشبهة ، ج۴ص ۱۰۸)

☐......ماہِ شوال ۸۲۴ھ: میں حضرت شیخ الاسلام قاضی القضاۃ سراج الدین ابوحفص عبدالرحمٰن بن عمرو بن رسلان بن نصر بن صالح کنانی مصری بلقینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(طبقات الشافعیة لابن قاضی الشبهة ، ج۴ص ۸۹)

☐......ماہِ شوال ۸۲۵ھ: میں حضرت علی بن احمد بن علی بن عیسیٰ ماردینی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی ، ج ۱ ص ۱۸۰)

☐......ماہِ شوال ۸۳۲ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن عبدالرحمٰن بن عوض طنبذی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(طبقات الشافعیة لابن قاضی الشبهة ، ج۴ص ۸۰)

☐......ماہِ شوال ۸۳۲ھ: میں حضرت حافظ تقی الدین محمد بن احمد بن علی بن محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مکی فاسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(طبقات الحفاظ للسیوطی، ص ۵۵۰)

☐......ماہِ شوال ۸۳۵ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ عبدالرحمٰن بن علی بن عبدالرحمٰن بن علی بن ہاشم بن زین الدین حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(بغیة الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی، ج ۲ ص ۸۴)

☐......ماہِ شوال ۸۴۱ھ: میں حضرت ابراہیم بن محمد بن خلیل طرابلسی حلبی ابن العجمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی ، ج ۱ ص ۴۴۱)

☐......ماہِ شوال ۸۴۱ھ: میں حضرت ابواسحاق برہان الدین ابراہیم بن محمد بن خلیل حلبی عجمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی ، ج ۱ ص ۱۱۵ ،المنهل الصافی والمستوفی بعد الوافی لیوسف بن تغری، ج ۱ ص ۱۵۳)

**علم کے مینار**

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

# اسلامی فقہ کی ابتدائی تاریخ وترویج (قسط 1)

ویسے تو اسلامی علوم کی ابتداء ابتدائے اسلام سے ہی ہوگئی تھی، اور نزولِ وحی کے زمانہ سے ہی عقائد، تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم شروع ہوچکی تھی، مگر چونکہ کسی خاص ترتیب اور اُصول کیساتھ یہ علوم مدون نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ان کو مستقل فن کی حیثیت حاصل تھی، اس لئے یہ علوم کسی خاص فرد کی جانب منسوب نہیں تھے، بلکہ جس نے جیسے ان علوم کو حاصل کیا تھا، وہ ان کو ویسے ہی سیکھتا سکھاتا تھا، اس لئے یہ علوم کسی خاص فرد کی طرف منسوب نہ ہوسکے تھے۔

لیکن جب دوسری صدی ہجری میں ان علوم کی باقاعدہ تدوین وترتیب کا آغاز ہوا، تو جن حضرات نے خاص ان علوم کو نئے انداز کے ساتھ ترتیب دیا، وہی حضرات ان علوم کے بانی ومجدد کہلائے۔

## چار مکاتبِ فکر

چنانچہ اہلِ سنت والجماعت کے چاروں مسالک کی تدوین اسی ترتیب پر ہوئی۔

اسی بناء پر اہلِ سنت والجماعت کے سب سے پہلے فقہی مذہب ومسلک کی تدوین وتجدید امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ذریعہ سے ہوئی، جس کو ''حنفی مسلک'' اور ''فقہ حنفی'' بھی کہا جاتا ہے، جو امام ابواعظم امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے، اور جو کہ تمام فقہی مذاہب ومسالک سے مقدم ہے۔

اور اس طرح فقہ واجتہاد کی باقاعدہ تدوین کا سہرا بھی سب سے پہلے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سر ہی جاتا ہے، پھر اس کے بعد فقہ مالکی، شافعی اور حنبلی فقہ کی تدوین ہوئی۔ [1]

---

[1] ویلیہ الإمام مالک، ویلیہ الإمام الشافعی، ویلیہ الإمام أحمد بن حنبل، وأقصرهم ذلک بطول زمن العمل بمذاهبهم وقصره، فکما کان مذهب الإمام أبی حنیفة أول المذاهب المدونة تدوینا، فکذلک یکون آخرها انقراضا، وبذلک قال أهل الکشف (مکانة الامام فی الحدیث، لمحمد عبد الرشید النعمانی، ص ۵۷، تحت: کثرة أتباع أبی حنیفة واشتهار مذهبه فی الآفاق)

www.idaraghufran.org

اوراس طرح اہلسنت والجماعت کے چار مکاتبِ فکر(School of Thoughts)وجود میں آئے کہ جن میں:

پہلے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، جن کی ولادت 80 ہجری اور وفات 150 ھجری میں ہوئی، جوکہ درجہ ورتبہ کے لحاظ سے سب سے بڑے امام ہیں۔

دوسرے امام مالک رحمہ اللہ کہ جن کی تاریخِ ولادت 93 ہجری ہے، اور وفات 179 ہجری میں ہوئی۔

تیسرے امام شافعی رحمہ اللہ ہیں، آپ کی ولادت 150 ہجری میں ہوئی، اور وفات چون(54)سال کی عمر میں 204 ہجری میں ہوئی۔

اور چوتھے اور آخری امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں، جوکہ ربیع الاول 164 ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے، اوروفات 12 ربیع الاول 241 ہجری جمعہ کے دن ہوئی۔ [1]

ان حضرات نے اپنی خداداد علمی وفکری صلاحیتوں اور مجتہدانہ بصیرت کی بناء پر اپنے اپنے دور میں حسب ضرورت قرآن وحدیث سے مسائل فقہ مرتب کئے، اس طرح ان ائمہ کے زیر اثر چار فقہی مکاتب فکر(حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ)وجود میں آئے، اوراس طرح امام ابوحنیفہ کے مقلدین حنفی، امام مالک کے مقلدین مالکی، امام شافعی کے مقلدین شوافع اورامام احمد بن حنبل کے مقلدین

---

[1] ملحوظ رہے کہ مذکورہ چاروں ائمہ حضرات کوایک دوسرے سے استادوشاگردکی نسبت بھی حاصل ہے۔
چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے استفادہ کیا، اورامام شافعی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے اوراسی طرح امام محمد رحمہ اللہ سے بھی علمی استفادہ حاصل کیا، اورامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے امام شافعی کی بغداد آمد پران سے خوب علمی استفادہ کیا، اور اکثروبیشتران کے حلقہ ودرس میں شریک رہے۔

أحمد بن الصباح، سمعت الشافعي، يقول :قيل لمالك :هل رأيت أبا حنيفة؟ قال :نعم، رأيت رجلا لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجته (مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه للذهبى، ص ٣٠)

وقال أشهب: رأيت أبا حنيفة بين يدى مالك كالصبى بين يدى أبيه (تاريخ الاسلام للذهبى، ج۴، ص ۷۱۹، تحت الترجمة: مالك بن انس)

أبو عبيد قال سمعت الشافعي يقول إني لأعرف الأستاذية على لمالك ثم لمحمد بن الحسن (اخبار ابى حنيفة و اصحابهٔ، ص ۱۲۸)

وكان الشافعي يقول: سمعت من محمد بن الحسن رحمه الله وقر بعير (جامع بيان العلم وفضله، لابى أبو عمر يوسف بن عبد الله النمرى القرطبى، ج ۱، ص ۴۱۳، تحت رقم الترجمة: ۲۰۵)

حنبلی کہلائے۔

اہلِ سنت والجماعت کے یہ چاروں مذاہب آج بھی مسلمانوں میں مختلف علاقوں اور ملکوں میں رائج ہیں کہ جن پر مختلف ممالک میں لوگ عمل پیرا ہیں۔

شروع شروع میں ان مذاہب کے علاوہ کچھ اور مذاہب بھی مختلف علاقوں میں رائج تھے، مگر ان میں سے اکثر مذاہب یا تو ان چاروں میں ضم ہوگئے، یا پھر ان کو خاص پذیرائی حاصل نہ ہوسکی۔

ان میں سفیان ثوری کا مذہب، جو کہ کوفہ میں رائج تھا، حسن بصری کا مذہب جو کہ بصرہ میں رائج تھا، امام اوزاعی کا مذہب جو کہ شام اور اندلس کے علاقوں میں رائج تھا، اور اسی طرح ابنِ جریر اور ابو ثور کا بغداد میں اور داود ظاہری کا مختلف علاقوں میں، ان کے علاوہ اور بھی مختلف مذاہب تھے، جو کہ ہر فقیہ کے نام سے مختلف علاقوں میں جانے جاتے تھے، مگر اہلِ سنت والجماعت کے ان مذاہب کو زیادہ پذیرائی حاصل نہ ہوسکی، تاہم ان حضرات کے اقوال وفتاویٰ اب بھی فقہ کی بعض کتابوں میں موجود ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت کے ان چاروں ائمہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے ابتدائی حالات و واقعات، حلقۂ درس و تدریس، افتاء و تحدیث، طرزِ فقہ وفتاویٰ، فقہی اصول، اربابِ فضل وکمال سے علمی استفادہ، اتباعِ سلف، احباب ومعاصر حضرات، علمی اسفار، علمی ومعاشی صعوبتیں، رتبہ وکمال، عبادت وریاضت اور زہد وتقویٰ، فہم وفراست اور معاملہ فہمی کی مثالیں، تلامیذ واصحاب، اولاد واحفاد، حکیمانہ اقوال، تصانیف اور ان حضرات کے متعلق ائمہ ومعاصرین کی رائے کا مفصلاً ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اب ذیل میں ان شاء اللہ ان حضرات سے پہلے کے حالات اور فقہ اسلامی کی ابتدائی تاریخ وترویج اور تدوین کا مختلف اقساط میں ذکر کیا جائے گا۔ (جاری ہے)

---

ل وهى المذاهب المعمول بها عند جمهور المسلمين إلى اليوم والتى كتب لها البقاء والتغلب على سواها من مذاهب أهل السنة .كمذهب سفيان الثورى بالكوفة، والحسن البصرى بالبصرة .والأوزاعى بالشام والأندلس وغيرهما، وابن جرير وأبى ثور ببغداد، وداود الظاهرى فى كثير من البلدان وغيرها من مذاهب فقهاء الأمصار (ظرة تاريخية فى حدوث المذاهب الفقهية الأربعة،لأحمد بن إسماعيل بن محمد تيمور، ص ٤٧)

www.idaraghufran.org

# حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خوفِ الٰہی کے چند واقعات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ "فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا" قَالَ: فَكُلُّ هَذَا قَدْ عَرَفْنَاهُ فَمَا الْأَبُّ، ثُمَّ نَقَضَ عَصًا كَانَتْ فِي يَدِهِ فَقَالَ: هَذَا لَعَمْرُ اللَّهِ التَّكَلُّفُ اتَّبِعُوا مَا تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ** (مستدرک حاکم، رقم الروایة ٣٨٩٧، قال الذهبی: علی شرط البخاری ومسلم)

ترجمہ: انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو (سورہ عبس کی یہ آیات) تلاوت کرتے ہوئے سنا (جس کا ترجمہ ہے): ''پھر ہم ہی نے اس میں اناج اُگایا، اور انگور اور ترکاری، اور زیتون اور کھجوریں، اور گھنے باغ، اور میوے اور چارا''

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تمام پھل تو ہم پہچانتے ہیں، مگر ''ابّا'' کیا ہے؟

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی لاٹھی رکھ دی جو اُن کے ہاتھ میں تھی، اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! یہ تو تکلّف ہے، اس (اللہ کی) کتاب میں سے جو واضح ہو، اُس کی پیروی کرو (حاکم)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

ہم حضرت عمر کے ساتھ تھے، اور اُن کی قمیص میں چار پیوند تھے، پس عمر رضی اللہ عنہ نے ''وَفَاكِهَةً وَّأَبًّا'' کی تلاوت کی، اور کہا کہ ''اَبًّا'' کیا چیز ہے؟ پھر کہنے لگے کہ یہ ہی تو تکلّف ہے، (اے عمر!) اگر تجھے نہ بھی معلوم ہوا کہ تو کیا حرج ہے (مسند الفاروق لابن کثیر، رقم الحدیث ٨٩٠، إسناد صحیح، حاشیۃ مسند الفاروق لابن کثیر، تحت رقم الحدیث ٨٩٠)

علامہ ابنِ جوزی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے ظاہر سے قرآن کی تفسیر سے اعراض کرنا معلوم ہوتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ابوبکر بن مقسم نے (اس بارے میں) فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو نباتات میں سے "ابًّا" کی حقیقت کی پہچان نہیں ہوئی، کیونکہ "ابًّا" کا لفظ عمر رضی اللہ عنہ کی لغت میں نہیں تھا، اور لوگوں کے لئے اس کی حقیقت میں بحث اور غوروخوض کی ضرورت بھی نہیں تھی، بلکہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کے غوروخوض کو خوارج اور اہلِ بدعت کا طریقہ سمجھتے ہوئے تکلف قرار دیا (مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اللہ لابن الجوزی البغدادی، متوفی ۵۹۷ھ، صفحہ ۵۱۰، المطبوعۃ: المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیۃ، مملکۃ البحرین)

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید میں تکلُّف پر مبنی غوروخوض، جو خوارج اور اہلِ بدعت کا طریقہ ہے، کو ناپسند فرمایا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "اِتَّبِعُوا مَا تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ" یعنی "اس (اللہ کی) کتاب میں سے جو واضح ہو، اُس کی پیروی کرو" فرما کر اس طرف اشارہ فرمادیا کہ انسان کو اپنے ذمہ جو کام کرنے کے ہیں، اُن میں زیادہ مشغولی اختیار کرنی چاہئے۔

## زکاۃ میں لوگوں کا بہترین مال لینے سے منع کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

**مُرَّ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِغَنَمٍ مِنَ الصَّدَقَةِ .فَرَأَى فِيهَا شَاةً حَافِلًا ذَاتَ ضَرْعٍ عَظِيمٍ .فَقَالَ عُمَرُ: مَا هَذِهِ الشَّاةُ؟ فَقَالُوا: شَاةٌ مِنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَعْطَى هَذِهِ أَهْلُهَا وَهُمْ طَائِعُونَ، لَا تَفْتِنُوا النَّاسَ .لَا تَأْخُذُوا حَزَرَاتِ الْمُسْلِمِينَ نَكِّبُوا عَنِ الطَّعَامِ** (موطاء مالک، رقم الروية ۹۱۵، النهى عن التضييق على الناس فى الصدقة، السنن الصغير للبيهقى، رقم الحديث ۱۲۸۲)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب کے پاس سے زکاۃ کی بکریاں لے جائیں گئیں، تو انہوں نے اُن بکریوں میں ایک بکری دیکھی، جو بہت دودھ والی تھی، عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کیسی بکری ہے؟ لوگوں نے کہا کہ زکاۃ کی بکری ہے، حضرت عمر نے فرمایا کہ

اس کے مالک نے اس کو خوشی سے زکاۃ میں نہ دیا ہوگا، لوگوں کو فتنے میں نہ ڈالو، مسلمانوں کے بہترین مال (زکاۃ میں) نہ لیا کرو، ان کا رزق چھیننے سے باز آ ؤ(موطاء)

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رعایا کے لئے انتہائی مہربان اور ہمدرد خلیفہ تھے، اسی وجہ سے انہوں نے لوگوں سے زکاۃ کا مال لینے والے عاملین کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ لوگوں سے زکاۃ کا مال لیتے وقت اُن کا بہترین مال لینے سے پرہیز کیا جائے، یہ اُن کا رزق چھیننے کے مترادِف ہے، اس کے بجائے زکاۃ میں لوگوں سے متوسط درجہ کا مال لینا چاہئے، اس واقعہ سے خلیفہ وحاکم کے لئے یہ ہدایت بھی حاصل ہوئی کہ رعایاوعوام سے زکاۃ یا ٹیکس وغیرہ کے طور پر اموال لینے میں اُن کی خوش دلی کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

## عمر رضی اللہ عنہ کا بیت المال کی چیزوں میں احتیاط کرنا

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ:

شَرِبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَبَناً فَأَعْجَبَهُ. فَسَأَلَ الَّذِى سَقَاهُ، مِنْ أَيْنَ هذَا اللَّبَنُ؟ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ وَرَدَ عَلَى مَاءٍ، قَدْ سَمَّاهُ .فَإِذَا نَعَمٌ مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ . وَهُمْ يَسْقُونَ . فَحَلَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا، فَجَعَلْتُهُ فِي سِقَائِي، فَهُوَ هذَا . فَأَدْخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَدَهُ فَاسْتَقَائَهُ (موطاء مالک، رقم الحديث ٩٢٣، ما جاء فى أخذ الصدقات و التشديد فيها)

ترجمہ: عمر بن خطاب نے دودھ پیا، تو وہ انہیں پسند آیا، انہوں نے دودھ پلانے والے سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ تو وہ بولا کہ میں ایک پانی پر گیا تھا اور اس جگہ کا نام بیان کیا، تو وہاں پر زکاۃ کے جانور پانی پی رہے تھے، لوگ ان کا دودھ نکال کر پی رہے تھے، پس لوگوں نے اُن کا دودھ نکالا (اور مجھے دیا) میں نے وہ اپنی مشک میں رکھ لیا، یہ وہی دودھ ہے (یہ سُن کر) عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈال کر قے کر دی (موطاء)

مذکورہ واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیت المال کے اموال میں انتہائی احتیاط کرنا معلوم ہوا۔

**پیارے بچو!** مولانا محمد ریحان

# دوسروں کے ساتھ محبت والا سلوک

پیارے بچو! احمد ایک اچھی طبیعت کا لڑکا تھا۔ایک دن وہ اپنے اسکول کے دوستوں کے ساتھ سکول کے گراؤنڈ میں فٹ بال کھیل رہا تھا۔احمد نے دیکھا کہ کونے میں ایک لڑکا کھڑا ہوا ہے اور انہیں کھیلتا دیکھ رہا ہے۔احمد کو اس بات کا علم تھا کہ وہ لڑکا ان کی کلاس میں نیا ہے۔

احمد یہ کہتے ہوئے سوچنے لگا"وہ کچھ غمگین لگ رہا ہے"،احمد نے یہ سب کچھ محسوس کرلیا جبکہ اس کے دوستوں نے اس بات کو محسوس تک نہ کیا۔

اسامہ نے کہا"یہ نیا طالب علم کتنی بڑائی جتانے والا ہے"

حمزہ نے کہا"صحیح کہا،یہ تو کلاس کے کسی بھی لڑکے سے بات کرنے کو تیار نہیں"

پھر ایک ایک کر کے سارے طالب علموں نے اس سے ناواقفی کا اظہار کیا۔

احمد گھر آگیا اور گھر میں وہ اس غم بھرے منظر کو بھلا نہ پا رہا تھا جو اس نے نئے طالب علم کے چہرے پر دیکھا تھا۔

اور احمد نے اس بات کی خبر اپنے والد اور اپنے بڑے بھائی کو کردی۔احمد کے والد نے اس سے پوچھا:

"آپ اس بچے کے قریب کیوں نہ گئے اور اس کو خوش آمدید کیوں نہ کہا؟ مجھے تو اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس کر رہا ہوگا۔"

احمد کے بڑے بھائی محمد نے اپنے والد کو کہا"صحیح کہا آپ نے ابا جان! میں تو اب تک اس دن کو یاد کرتا ہوں جب ہم اس نئے محلے میں آئے تھے،اور میں اپنے آپ کو کتنا تنہا محسوس کر رہا تھا۔"

احمد نے اپنے بڑے بھائی سے کہا"لیکن اب تو آپ کے بہت سارے اچھے اور نیک دوست ہیں آپ نے ان کی دوستی کیسے حاصل کی؟"

احمد کو اس کے بڑے بھائی نے کہا:

''ایک دن میں اسکول گیا اور اپنے ساتھ اچھی اچھی کہانیوں کی کتاب لے گیا، پھر کلاس میں کسی بھی طالب علم کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ ہمارے آڑے آئے، اور ایک ایک کر کے سارے طالب علم ہمارے اردگرد جمع ہوگئے، اور اس طرح وہ سب میرے دوست بن گئے۔''

احمد نے کہا: ''آپ تو پسندیدہ اور خوش اخلاق ہو بھائی! آپ نے تو بہت ہی کم وقت میں اتنے سارے اچھے اور نیک دوست بنا لئے۔'' احمد کو اس کے بڑے بھائی نے ہاتھ میں پکڑے سیب کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے، جواب دیا ''اس کا انحصار تو اس بات پر ہے کہ آپ ان سے کیسے بات کرتے ہو، ہمت کرو اور بغیر ہچکچائے اس سے بات کرو۔''

احمد کے والد نے اس سے کہا: ''میں بچپن میں آپ کے بھائی جیسا ذہین نہیں تھا، کچھ دن میں بھی اکیلا رہا اور میرا کوئی دوست نہیں تھا، اور میں اتنی ہمت بھی نہ کر سکتا تھا کہ بچوں میں سے کسی کے پاس جاؤں اور جا کر دوستی کا ہاتھ بڑھاؤں، اور ایک بچہ نے میرے ساتھ مہربانی کا معاملہ کیا اور میرے پاس آیا اور مجھے کہا کہ خوش آمدید۔ اسی طرح آہستہ آہستہ نیک اور اچھے بچے میرے دوست بڑھتے گئے۔''

احمد کے بڑے بھائی محمد نے دوبارہ سے احمد کو نصیحت کی اور کہا: ''اسی طرح آپ کے لیے پہلا قدم اٹھانا ضروری ہے اور بغیر دیر کئے اپنے نئے دوست کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ۔'' اگلے ہی دن احمد نے اسی لڑکے کو دیکھا کہ وہ ان کے نزدیک کھڑا ہوا انہیں دیکھ رہا ہے، تو احمد نے زور سے کہا: ''خوش آمدید! میں احمد ہوں''۔ یہ سن کر اس لڑکے نے بھی زور سے پکارا: ''آپ کو بھی، میں محمود ہو''۔ احمد نے محمود کو فٹ بال پاس کیا اور اسے بھی اپنے کھیل میں شامل کر لیا۔

پیارے بچو! یہ بہت اچھی عادت ہے کہ آپ کسی نئے آنے والے بچے کا استقبال کریں تا کہ وہ بھی آپ کی جماعت کا ایک حصہ بن جائے۔ آپ بھی یہ بات بخوبی جانتے ہوں گے کہ کبھی کبھار آپ اسی طرح کی حالت میں ہوتے ہوں گے تو ہمت سے کام لیتے ہوئے دوسروں سے محبت والے سلوک سے پیش آئیں۔

**بزمِ خواتین** (عورت کا تقدس اور حقوقِ نسواں کا فریب: قسط16) مفتی طلحہ مدثر

# شادی اور نکاح میں خواتین کے اختیارات

معزز خواتین! ہمارے معاشرے میں کسی مسئلہ یا معاملہ کا تعلق اگر خواتین سے ہو تو وہ معاملہ حساس ہو جاتا، لیکن خواتین کی شادی کے اختیارات کا معاملہ کچھ زیادہ ہی حساس ہے، معاشرے کے افراد تین گروہوں میں تقسیم ہیں، ایک طرف تو حقوقِ نسواں کے علمبردار ہیں جو خواتین کے لیے ہر طرح کی آزادی کے خواہشمند ہیں خواہ وہ خواتین کے لیے سمِ قاتل ہی کیوں نہ ہو، دوسری طرف روایات اور رسوم میں جکڑے ایسے افراد ہیں، جو خود ساختہ رسوم اور غیرت کے دباؤ میں غور و فکر سے مفلوج ہو کر اپنے ہاتھوں سے بچی کا گلا گھونٹ دیں گے لیکن اس کے جائز حقوق و مطالبات پر کان نہیں دھریں گے، پھر اس گروہ میں کچھ زیادہ ہی بدنیت اور مال کی حرص رکھنے والے بے حس اور خود غرض لوگ ہیں (جس میں خیر سے ملک کے کچھ حصوں میں قائم جاگیرداری سسٹم بطورِ خاص ملوث ہے)، جو بیٹی کی شادی کبھی قرآن سے کراتے نظر آتے ہیں کبھی کسی اور چیز سے، افسوس صد افسوس کہ ہمارے ملک عزیز میں بھی ایسے ظالم پائے جاتے ہیں، تیسرا گروہ وہ ہے جو ان دونوں گروہوں کے درمیان ہے اور سخت کش مکش میں ہے، کبھی آزاد خیال لوگوں سے متاثر ہوتا ہے اور ان ہی کے ساتھ ہو لیتا ہے، پھر شریعت کی روشنی نہ ہونے کی وجہ سے نقصان اٹھانے کے بعد دوبارہ رسم و رواج کی طرف پلٹتا ہے اور رسم و رواج کے غیر فطری ہونے کے باعث یہاں بھی تشفی اور تشنگی نہیں ہو پاتی، جس کے نتیجہ میں اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے، لہٰذا ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے خواتین کے لیے شادی کے معاملات میں کیا راہنمائی فرمائی ہے اور خواتین کو شادی سے متعلق کن چیزوں کا اختیار دے رکھا ہے۔

## نکاح کی ترغیب

معزز خواتین! ہمارا دین دینِ فطرت ہے اور اللہ تعالیٰ سراسر عدل، ایسا کوئی حکم نہیں فرما سکتے جو کسی کی فطرت سے میل نہ کھاتا ہو، اللہ تعالیٰ نے انسان کے جذبات کو پیدا فرمایا ہے، انسان کے خمیر

www.idaraghufran.org

میں جنسی خواہش من جانب اللہ رکھ دی گئی ہے تو اللہ تعالیٰ کیسے اس کی تکمیل کا راستہ بند کر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ انسان کو اپنے فطری جذبات مارنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ ان کو صحیح جگہ استعمال کرنے کا حکم فرماتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ صرف فطری جذبات کی تسکین کی اجازت مرحمت فرمادیتے تب بھی کافی تھا، لیکن رب تعالیٰ کی رحمت اور احسان ہے کہ جائز طریقہ پر جنسی تسکین کی اجازت پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس پر اجر وانعام بھی رکھا ہے، اس لیے عیسائیوں کے تحریف شدہ عقیدہ کے برعکس (جس کے نتائج دنیا کے سامنے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی زبانی شادی سے دور رہنے یا اپنی جنسی صلاحیت کو ختم کرنے کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے، اور اس طریقہ کو انبیاء کی سنت کے منافی قرار دیا ہے، نبی علیہ السلام نے بارہا نکاح کی ترغیب فرمائی ہے اور نکاح نہ کرنے پر وعید سنائی ہے چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

**کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأمر بالباء ۃ، وینھی عن التبتل نھیا شدیدا** (مسند الامام احمد، رقم الحدیث ۱۳۶۱۲)

ترجمہ: نبی علیہ السلام نکاح کا حکم فرماتے تھے اور نکاح سے الگ رہنے سے سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے (مسند احمد)

ایک دوسری حدیث حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**"لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخنثی الرجال الذین یتشبھون بالنساء، والمترجلات من النساء، المتشبھین بالرجال، والمتبتلین من الرجال، الذین یقولون: لا نتزوج، والمتبتلات من النساء، اللائی یقلن ذلک"** (مسند احمد، رقم الحدیث، ۷۸۹۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مخنث (یعنی ہیجڑے وزنخے) لوگوں پر لعنت فرمائی، جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور ایسے مردانہ پن اختیار کرنے والی عورتوں پر بھی لعنت فرمائی، جو مَردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں، اور ایسے چھڑے چھکے مَردوں پر بھی لعنت فرمائی، جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نکاح نہیں کریں گے، اور ایسی چھڑی چھکی عورتوں پر بھی لعنت فرمائی، جو یہ کہتی ہیں کہ ہم نکاح نہیں

کریں گی (مسند احمد)

ایسی احادیث کا ذکر طوالت کا باعث ہے ورنہ ایسی احادیث کی تعداد بے شمار ہے جس میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے اور بلا عذر نکاح نہ کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

## مناسب رشتہ آنے پر شادی میں جلدی کرنا

اللہ تعالیٰ نے انسان کی عمر کے مختلف مراحل رکھے ہیں اور اسی کی مناسبت سے احکام بھی دیے ہیں جو شرعاً اور فطرتاً طبیعت کے مطابق ہیں، عقلاً بھی بہت سے کام عمر کے ساتھ ہی وابستہ ہیں، چنانچہ بچپن میں کھیل کود کو کوئی معیوب نہیں سمجھتا، اگر کوئی پانچ سال کا بچہ شور، شرابا، چھلانگیں مارتا پھرے تو کوئی معیوب بات نہیں کیونکہ یہ اس کی عمر کا تقاضہ ہے لیکن یہی حرکتیں اگر کوئی ادھیڑ عمر کرنے لگے تو اس کو غیر سنجیدگی اور چھچھورپن سے تعبیر کیا جائے گا، جس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ہر عمر کے مخصوص تقاضے اور جذبات ہماری فطرت میں ودیعت ہیں جو اسی عمر میں ہم سے جچتے ہیں، اور ان کا بھرپور لطف اور ان سے وابستہ مصالح کا حصول اسی عمر میں میسر آسکتا ہے، الغرض جس طرح ہر چیز کی عمر ہے اسی طرح نکاح کی بھی ایک عمر ہے اور وہ جوانی کا زمانہ ہے، جب جوانی کا زمانہ گزر گیا اور ادھیڑ عمر شروع ہوگئی اور جذبات ماند پڑ جائیں، تو اگرچہ نکاح کا حکم تو تب بھی متعلق ہوگا اور نکاح کرنا عبادت، سنت سب کہلائے گا، لیکن اس کے وہ فوائد وثمرات نہیں ہیں، اگر پورا معاشرہ ہی اس ریت کو اپنا لے تو معاشرے پر اس کے برے اثرات پڑیں گے اور معاشرہ بگاڑ کا شکار ہوگا، جس کی طرف نبی علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو متوجہ فرمایا ہے، چنانچہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ – صلی اللہ علیہ وسلم –: " إذا أتاكم من ترضون خلقه ودينه فزوجوه، إلا تفعلوه تكن فتنة فی الأرض وفساد عريض "

(رواہ ابن ماجه ، كتاب النكاح ،باب الاكفاء،رقم الحديث ١٩٦٧)

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "جب تمہارے پاس ایسا شخص (نکاح کا پیغام لے کر) آئے، جس کے اخلاق اور دین سے تم راضی ہو (یعنی اس میں کوئی کمی نہ ہو) تو

اس سے نکاح کردو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پھیل جائے گا
"(ابنِ ماجہ، ترمذی)

فساد پیدا ہونے سے مراد یہ ہے کہ معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو جائے گا، عفت، حیاء، پاکدامنی، نسل ونسب کی حفاظت، گھرانوں اور خاندانوں کا استحکام اور فیملی سسٹم کی بقاء و بچاؤ، کہ یہ سب خصائل جو انسانیت کا شرف اور انسانی وحیوانی زندگی میں امتیاز وفرق کرنے والے ہیں سب کلی یا جزوی بگاڑ وفساد کی زد میں آجائیں گے، شائد یہ جس فساد عریض کی وارننگ ہے، یہ وہی ہے جو آج پورا مغرب فیملی سسٹم کی تباہی اور جانوروں کی طرح مرد وعورت کے آزاد جنسی تعلقات وانارکی کی صورت میں بھگت رہا ہے، اور مشرق کو خصوصاً اسلامی مشرق کو بھی ان تنگ راہوں پر ڈالنے کے لیے بے چین وبے تاب ہے، ہم ہیں کہ روز بروز انہی راہوں کو اپنانے کی طرف بڑھ رہے ہیں، اللہ ہی غیب سے کوئی اچھی صورت پیدا فرمائے۔

مذکورہ بالا حدیث میں نبی علیہ السلام نے مناسب رشتہ آنے پر نکاح کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں فتنہ وفساد کی پیشین گوئی فرمائی ہے، لیکن اس حدیث میں نبی علیہ السلام نے نکاح کے لیے کسی خاص عمر کا تعین نہیں کیا بلکہ اچھا رشتہ آنے پر نکاح کی بنیاد رکھی ہے اور رشتے عموماً جوانی یا نوجوانی میں ہی آیا کرتے ہیں، پھر اکثر اوقات اگر وہ مواقع ضائع کردیے جائیں تو ایک ایسا وقت آتا ہے جب یہ سلسلہ بند ہو جاتا ہے اور صرف پچھتاوا رہ جاتا ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جوانی سے میری مراد بالکل کم عمری کی شادی نہیں ہے کہ جس میں نہ شوہر کو اپنی ذمہ داریاں معلوم ہوں اور نہ بیوی کو، یہ بھی قابلِ اصلاح طرزِ عمل ہے ایسی شادیاں بھی ناکامیوں کا شکار ہو جاتی ہیں، اگرچہ صحابہ وتابعین کی سیرت میں ہمیں ۹ سال کے بعد شادیوں کے بکثرت حوالہ جات ملتے ہیں، خود ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی رخصتی ۹ سال کی عمر میں ہوئی، نبی علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی رخصتی ۱۰ سال کی عمر میں ہوئی، دوسری صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی بھی ۱۰ یا ۱۱ سال کی عمر میں ہوئی لیکن اس کا تعلق ان کے ماحول اور معاشرے اور رہن سہن کے طریقہ کار سے تھا، ایک طرف زندگی میں

سادگی تھی، دوسرا ان کی خوراک اور ماحول میں ایسے عوامل تھے، جسکی وجہ سے لڑکیاں جلد بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے ساتھ ساتھ سنجیدہ اور گھر کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے قابل ہو جاتی تھیں، یہ صرف اس دور کی بات نہیں آج سے ۱۰۰، ۱۵۰ سال پہلے ہمارے برِصغیر میں بھی ۱۲ سے ۱۵ سال کی عمر میں شادی کرنے کا بکثرت رواج تھا، لیکن خیر القرون میں ہمارے معاشرے کا ظالم جوائنیٹ فیملی سسٹم نہیں تھا، نہ ہی ساس کے طنز کے تیر تھے اور نہ ہی نندوں کے طعنوں کے نشتر تھے، نہ ہی بیویوں کی طرف سے موجودہ دور کی طرح پر تکلّف و پر تعیّش آسائش و زیبائش کی طلب اور خواہش تھی اور عموماً زوجین کے اندرونی معاملات میں کسی کا عمل دخل نہیں تھا بلکہ بیوی رخصتی کے بعد شروع سے ہی الگ جگہ ٹھہرتی تھی خواہ وہ ایک کچا کمرہ ہی کیوں نہ ہو، اس لیے اس عمر کی لڑکیوں کو شوہر کے گھر میں رہنا اور خود مختاری حاصل ہونے کی وجہ سے اپنی مرضی سے ایڈجسٹ ہونا اور خود کو ڈھالنا مشکل نہیں تھا، معاشرے اور ماحول کے فرق کی وجہ سے اس عمر میں شادی کرنے کا یہ حکم اسلام کا لازمی اور واجبی حکم نہیں ہے اور جو لوگ اتنی کم عمری میں ہی شادی کو سنت یا اسلام کا حکم سمجھتے ہیں وہ غلط فہمی کا شکار ہیں دراصل اس کا تعلق معاشرے کے ماحول سے ہے جیسے اوپر ذکر ہوا، سو اب اگر ان کی اقتداء میں اس عمر میں شادی تو کردی جائے لیکن ماحول ویسا سازگار نہ دیا جائے، نہ ہی خیر القرون کے دور کی سادگی پر راضی ہوا جائے تو ایسی نامکمل اتباع میں شادیوں کا بکثرت ناکامی سے دوچار ہو جانا کوئی بعید نہیں جس میں شریعت و سیرت کا کوئی قصور نہیں ہے، لہٰذا مذکورہ حدیث کے پیشِ نظر بلوغت کے بعد مناسب رشتہ آنے پر شادی میں جلدی کرنی چاہیے، البتہ ہمارے معاشرے میں اگرچہ ذرائع ابلاغ، الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا میں بلا روک ٹوک ہر طرح کا مواد آجانے اور ہر طرح کے مواد تک رسائی کے آسان ہونے کی وجہ سے جنسی لحاظ سے اس عمر کی لڑکیاں پہلے دور کی نسبت زیادہ سمجھدار ہو جاتی ہیں، اسی طرح ٹیکنالوجی کے استعمال میں بھی کافی سبقت رکھتی ہیں لیکن اسی کے ساتھ ساتھ پہلے دور کی اس عمر کی لڑکیوں کی نسبت وہ سنجیدگی اور ذمہ داری جو گھر گرستی اور امور خانہ داری کے لیے لازمی ہے سے عموماً نابلد اور ناتجربہ کار ہوتی ہیں الا ماشاءاللہ! اس لیے ہمارے معاشرے میں ۱۰ سے ۱۵ سال کی عمر میں شادی کرنے کی ترغیب دینا کوئی ایسا عمل نہیں جس کی حوصلہ افزائی کی

جائے، خصوصاً ایسے خاندانوں میں جہاں عصری علوم پڑھنے کا رواج ہے اور ان کو اہمیت دی جاتی ہے، ہمارے معاشرے میں شادی کے لیے اگرچہ کسی خاص عمر کو متعین کرنا خاصا مشکل ہے کیونکہ اس میں افراد و اشخاص کے مزاج، ماحول، علاقہ اور زمانہ و خوراک کا کافی عمل دخل ہے، لیکن فقہاء کرام کی عمر کے اعتبار سے بلوغت سے متعلق جملہ آراء اور ماحول، طبی و قانونی تقاضوں کا لحاظ رکھا جائے، تو آجکل ۱۸، ۱۹ سال کے بعد اچھا رشتہ میسر آجانے کے بعد بھی بلاوجہ تاخیر کرنا زیادتی اور ناانصافی ہے، نیز خیر القرون میں جیسے جلدی شادی کے واقعات ملتے ہیں اسی طرح تاخیر سے شادی کے واقعات ملتے ہیں، چنانچہ نبی علیہ السلام کی اپنی دونوں چھوٹی صاحبزادیوں سیدہ ام کلثوم وسیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کی (اگرچہ ان کے بارے میں اختلاف ہے) شادی بھی تاخیر سے ہوئی تھی، سیدہ امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی پیدائش بعثت نبوی سے چھ یا سات سال قبل ہوئی تھی، اور شادی غزوہ بدر کے موقع پر بڑی بہن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، اس لحاظ سے آپ کی عمر ۲۱، ۲۲ سال بنتی ہے۔ [1]

اگرچہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کم عمری میں ابولہب کے بیٹے سے ہو چکا تھا لیکن رخصتی نہ ہوئی تھی کہ اس نے نبی علیہ السلام کی عداوت میں طلاق دیدی، اسی طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت کے بارے چونکہ اختلاف ہے اسی لیے شادی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر میں بھی اختلاف ہے جس میں کم از کم ۱۵ اور زیادہ سے زیادہ ۲۱ سال تک کے اقوال ملتے ہیں۔

اگر کسی مخصوص لڑکی کی شادی میں معقول عذر کی بنا پر تاخیر کی جائے تو الگ بات ہے لیکن معقول رشتہ اور مناسب پیغام آجانے کے بعد بھی اس کو رواج اور کلچر بنالینا کہ جب تک لڑکی ادھیڑ عمری کے قریب نہ ہو جائے شادی ہی نہ کی جائے، شرعاً ناپسندیدہ ہے اور معاشرے میں بے راہ روی اور بگاڑ کا باعث بنتا ہے، جس کی پیشین گوئی نبی علیہ السلام نے فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے اور رسوم و رواج کی بندشوں سے آزاد ہو کر دینِ فطرت کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

---

[1] یہ بات ملحوظ رہے کہ نبی علیہ السلام کے بعثت کے بعد مکہ میں رہنے کا زمانہ ۱۲ سال اور کچھ مہینے ہے، کسر سے بچنے کے لیے ۱۳ سال کہا جاتا ہے، اسی طرح سنہ ۱ ہجری بھی مدینہ میں تشریف لانے کے بعد پورے ۱۲ مہینے پر مشتمل نہیں ہے بلکہ ہجرت سے قبل کے کچھ مہینے بھی شامل کر کے ۱۲ کے عدد کو پورا کیا جاتا ہے۔

## ماہِ صفر سے متعلق چند غلط خیالات کی تردید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَلَا ھَامَۃَ وَلَا صَفَرَ.

ترجمہ: ایک کی بیماری کا (اللہ کے حکم کے بغیر خودبخود) دوسرے کو لگ جانا، بدشگونی اور مخصوص پرندے کی بدشگونی، اور صفر (کی نحوست وغیرہ) یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں (بخاری، حدیث نمبر 5316)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

لَاعَدْوٰی وَلَاھَامَۃَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ (مسلم، رقم الحدیث 5926)

ترجمہ: مرض کا (خودبخود بغیر حکمِ الٰہی کے) دوسرے کو لگ جانا، مخصوص پرندے کی بدشگونی، ستارہ اور صفر (کی نحوست وغیرہ) کی کوئی حقیقت نہیں۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَاعَدْوٰی وَلَاغُوْلَ وَلَاصَفَرَ (مسلم، رقم الحدیث 5929)

ترجمہ: مرض کا (خودبخود) لگ جانا اور غولِ بیابانی اور صفر (کی نحوست) کی کوئی حقیقت نہیں (مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں بدشگونی و بدفالی کا کوئی وجود نہیں، اور ماہِ صفر کے متعلق بدفالی و بدشگونی کا عقیدہ رکھنا زمانۂ جاہلیت سے تعلق رکھتا ہے، جس کی اسلام نے نفی فرمادی ہے۔

Savour Foods®

● RAWALPINDI
Gordon College Road
Tel: 5532556-8,Fax: 5531923

● ISLAMABAD
Blue Area
Tel:2348097-9

● Lahore
Shama Chowk
Ferozpur Road
Tel: 37422635,37422640

● Pindi Cricket Stadium
Tel:4855019 , 4855021

● Melody Food Park
Tel:2873300

www.savourfoods.com.pk

## بُری فال لینے، نجومیوں کے پاس جانے اور جادو وغیرہ کرانے کی ممانعت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ، أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ، أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ أَوْ سَحَرَ، أَوْ سُحِرَ لَهُ وَمَنْ عَقَدَ عُقْدَةً أَوْ قَالَ: مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً وَمَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ (مسند البزار، رقم الحديث 3578)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو خود بُری فال (بدشگونی) لے یا جس کے لئے بُری فال لی جائے، یا جو خود کہانت کرائے یا جس کے لئے کہانت کرائی جائے (یعنی غیب کی باتیں بتانا) یا جو خود جادو کرے یا جس کے لئے جادو کیا جائے، اور جو گرہ باندھے، یا فرمایا جو گرہ باندھے (یعنی کفریہ وفسقیہ کلمات پڑھ کر تعویز گنڈہ کرے) اور جو شخص کاہن کے پاس آئے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے، تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ چیز (قرآن وشریعت) کا (ایک طرح سے) انکار کیا (مسند بزار)

معلوم ہوا کہ اپنے لیے بُری فال لینا، یا کسی دوسرے کے لیے بُری فال نکالنا، اور توہم پرستیوں میں مبتلا ہونا، جادو کرنا اور جادو کرنے کا عمل، اور نجومی وکاہنوں کے پاس جانا اور ان کی باتوں کی تصدیق کرنے کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں، اور یہ سب ایمان کمزور ہونے کی نشانیاں ہے۔

# ہر عمل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّأْبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى** (بخاری)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے، صحابہ نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے، آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا (بخاری، حدیث نمبر 7280)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

**قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي.**

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی ((بخاری، حدیث نمبر 7173)

معلوم ہوا کہ ہر حالت میں نبی ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے، اور یہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

CANNON PRIMAX PLUS

15 سالہ گارنٹی

051-5517039
0300-8559001

نذیر سنز

Cannon not selling a mattress but a good night sleep

418-خان بلڈنگ بابو بازار، صدر راولپنڈی

# ہر عمل میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنے نبوی کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةٌ، وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ، فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلٰى سُنَّتِيْ، فَقَدْ أَفْلَحَ، وَمَنْ كَانَتْ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَقَدْ هَلَكَ (مسند احمد، رقم الحديث 6958)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عمل کے اندر (شروع میں) رغبت (حرص وتازگی) ہوتی ہے، اور ہر رغبت میں (بالآخر) سکون ہوتا ہے، پس جس کا سکون میری سنت کی طرف ہوا، تو وہ کامیاب ہوگیا، اور جس کا سکون میری سنت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف ہوا، تو وہ ہلاک ہوگیا (مسنداحمد)

مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی عمل شروع کیا جاتا ہے، تو اس میں انتہائی رغبت اور جوش وخروش ہوتا ہے، لیکن بعد میں وہ جوش وخروش ٹھنڈا ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے عمل کرنے والا کبھی افراط اور کبھی تفریط کا شکار ہوجاتا ہے۔

اس سے بچنے کا راستہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ہے، پس جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اختیار کیا، تو وہ کامیاب ہوگیا، خواہ اس میں جوش وخروش بھی نہ ہو، اور جس نے اس کے خلاف اور کوئی طریقہ (بدعت وغیرہ کو) اختیار کیا، تو وہ ہلاک ہوگیا، خواہ اس میں جوش وخروش ہی کیوں نہ ہو۔

نیو عباسی الیکٹرونکس

بااختیار ڈیلر
Dawlance
CORONA
UNITED

فریج، ڈیپ فریز، واشنگ مشین، جوسر، استری، گیزر، پکن کی تمام ورائٹی
بہترین ہوم سروس دی جاتی ہے

Deals in: All kind of Electric & Gas Appliances

شہناز پلازہ، چاندنی چوک، مری روڈ راولپنڈی۔فون: 051-4906381, 0321-5365458

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

# کعبہ کو دیکھنے کے وقت دعاء کا حکم (قسط1)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج وعمرہ کے زائرین کی طرف سے پہلی مرتبہ مسجدِ حرام میں داخل ہوتے وقت بیتُ اللہ پر پہلی نظر پڑنے پر دعا کی خاص قبولیت اور اس کی اہمیت کا بہت چرچا سُننے میں آتا ہے۔

حج وعمرہ کا کورس اورتربیت کرانے والے بہت سے حضرات بھی عازمینِ حج وعمرہ کواس کی غیرمعمولی فضیلت واہمیت بتلاتے ہیں،اور پھر عازمینِ حج وعمرہ اس کا بہت اہتمام کرتے ہیں،اوروہ اہلِ علم سے معلوم کرتے ہیں کہ بیتُ اللہ پر پہلی نظرپڑنے کے وقت کون سی دعا کریں؟

ساتھ ہی ان کی جانب سے اس قسم کے سوالات بھی کیے جاتے ہیں کہ پہلی نظر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟اورکب تک باقی رہتا ہے؟اور پلک جھپکنے سے ختم تو نہیں ہوتا؟

بہت سے عازمینِ حج وعمرہ اپنی سب سے اہم دعا کرنے کے لئے اس موقع کا انتخاب کرتے ہیں، بلکہ دوسرے لوگ بھی اس موقع پر اپنے لیے زائرینِ حج وعمرہ سے دعا کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔

بعض زائرین اس موقع پر کی جانے والی دعائیں لکھ کر بھی ساتھ لے جاتے ہیں،تاکہ وہ عین وقت پر بھول نہ جائیں، پھر وہاں جاکر لکھی ہوئی دعائیں سامنے رکھ کر کرنے بلکہ پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

بہت سے عوام کا یہ عقیدہ بن گیا ہے کہ بیت اللہ پر پہلی نظراس وقت شمار ہوتی ہے،جب کوئی حج یا عمرہ کرنے کے لئے جائے،اوراس سفرمیں پہلی مرتبہ بیت اللہ پرنظر پڑے،اور بیت اللہ کو دیکھ کراس پرنظر جما کر دیکھا جائے، پلک بھی نہ جھپکی جائے اور اگر پلک جھپک لی

جائے یا دائیں، بائیں دیکھ لیا جائے، یا دیکھنے کے بعد آگے پیچھے ہٹا جائے، تو پہلی نظر کی قبولیت اور فضیلت کا وقت ضائع ہو جاتا ہے، جس پر حسرت کا اظہار بھی کیا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے حج وعمرہ کے زائرین، جب مکہ مکرمہ پہنچ کر مسجدِ حرام میں داخل ہوتے ہیں، تو داخل ہونے کے بعد اس کش مکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ بیتُ اللہ کہاں سے نظر آئے گا؟ اور جب تک کسی جگہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں پاتے، تو نظر بھی اوپر نہیں اٹھاتے، اور بڑے عجیب وغریب انداز میں آہستہ آہستہ بوڑھوں یا مریضوں کی طرح چلتے ہیں، اور پھر راستہ ہی میں جہاں سے اندازے وتخمینہ کے مطابق بیتُ اللہ نظر آنا شروع ہو، کھڑے ہو کر دیر دیر تک ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے آنے جانے اور گزرنے والے حضرات کو غیر معمولی تکلیف اور کوفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، انتظامیہ کے لوگوں کو بھی راستہ میں کھڑے ہو کر دعا کرنے والوں کو ہٹانا پڑتا ہے، اور ’’طریق، طریق ‘‘ کہہ کر متوجہ اور متنبہ کرنا پڑتا ہے، اس کی وجہ سے بعض اوقات انتظامیہ اور زائرین کے مابین بدمزگی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا اور حرم شریف میں بدمزگی کا باعث بننا گناہ ہے، اسی وجہ سے حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لئے کسی کو ایذاء پہنچانا جائز نہیں، اور ایسی صورت میں حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے بجائے دور سے ہی اشارہ پر اکتفا کرنے کو مقرر کیا گیا ہے، پھر ایسے عمل کے لئے مسجدِ حرام میں ایذاءِ مسلم اور بدمزگی پیدا کرنے کی کیسے اجازت دی جا سکتی ہے، جس کا درجہ اور ثبوت، حجرِ اسود کی تقبیل اور اس کی فضیلت واہمیت کے برابر بھی نہ ہو۔

بندہ نے اس قسم کے مفاسد سے بچنے کے لئے اپنی بعض مطبوعات میں اجمالی طور پر وضاحت کی تھی، تفصیل سے غور وفکر اور تحقیق کرنے کا موقع حاصل نہ ہوا تھا۔

اسی دوران اس سلسلہ میں ایک صاحب کی طرف سے استفتاء موصول ہوا، اور ساتھ میں دو فتوے بھی دوسری جگہ کے لکھے ہوئے موصول ہوئے، جن میں ایک فتویٰ مختصر اور

دوسرا کچھ مطول تھا۔

ان دونوں فتووں کا حاصل یہ تھا کہ حج یا عمرہ کے لئے جانے والے کو مسجدِ حرام میں داخل ہوتے وقت بیتُ اللہ پر پہلی نظر پڑنے کے وقت دعا کرنے کی خاص فضیلت ہے اور اس موقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب ہے، اور اس کے بعد مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے بعد، یا اس سفر میں دوبارہ داخل ہوتے وقت بیت اللہ نظر آنے پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب نہیں۔

ان فتووں کو ملاحظہ کر کے، ان میں کئی باتیں قابلِ تأمل وقابلِ تحقیق محسوس ہوئیں، اور احساس ہوا کہ اس قسم کے فتووں سے اس سلسلہ میں عوام میں پائے جانے والے غلو اور بے اعتدالیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اور عوام کو غلو سے بچانے کے لئے اس مسئلہ کے متعلقہ پہلوؤں کی وضاحت ضروری ہے۔

اگرچہ مسجدِ حرام میں داخل ہوتے وقت بیتُ اللہ پر نظر پڑنے کے وقت ہاتھ اٹھا کر ماثور دعا کے مسئلہ پر فقہائے کرام کی آراء ایک دوسرے کے مقابلہ میں اختلافِ شدید کی حامل نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں فقہائے کرام کا باہمی اختلاف مستحب وغیر مستحب، اولیٰ وغیر اولیٰ یا زیادہ سے زیادہ مکروہِ تنزیہی ہونے نہ ہونے کا ہے، جن میں سے کوئی جہت بھی ناجائز وحرام کے زمرہ میں داخل نہیں، جب تک خود سے اس میں کوئی مفسدہ یا منکر شامل نہ کیا جائے، البتہ اس میں جب کوئی مفسدہ یا منکر شامل کر لیا جائے، تو پھر حسبِ مفسدہ وحسبِ منکر اس کی نشاندہی واصلاح کی ضرورت ہو جاتی ہے، نیز اگر فقہائے کرام میں سے کسی کے قول یا مذہب کی ترجمانی ونشاندہی میں خطاء وتسامح ہوا ہو، اس کی تحقیق بھی ضروری ہو جاتی ہے۔

مسئلہ ھٰذا میں اس جیسی وجوہات کے پائے جانے کی وجہ سے اس کی تحقیق وتفصیل کی ضرورت پیش آئی، غور وفکر اور تحقیق کے نتیجہ میں مذکورہ استفتاء کا جواب کچھ مفصل ہو گیا، جس کو افادۂ عام کے لیے ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ محمد رضوان۔



Idara Ghufran

# استفتاء

محترم جناب مفتی رضوان صاحب! السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

آپ نے اپنی تصنیف کردہ کتاب ’’مناسکِ حج کے فضائل واحکام‘‘ میں حنفیہ کا راجح اور مستحب قول یہ لکھا ہے، کہ بیت اللہ پر نظر پڑتے وقت دعا کے ساتھ ہاتھ نہ اُٹھائیں (مناسکِ حج کے فضائل واحکام، صفحہ ٦٦٦)

لیکن اس کے برعکس بندہ کے پاس دارالافتاء ............کراچی، کا ایک تفصیلی فتویٰ آیا ہے، جس ............کا خلاصہ یہ ہے کہ:

’’بیت اللہ پر نظر پڑتے وقت، دعا کے ساتھ ہاتھ اُٹھانا مستحب ہے‘‘

فتوے کی فوٹو کاپی ارسال ہے، مفتی صاحب فتویٰ دیکھنے کے بعد اگر دوبارہ اپنے موقف سے آگاہ فرمائیں، تو نوازش ہوگی۔ والسلام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# جواب

بندہ محمد رضوان نے اپنی تالیف ’’مناسکِ حج کے فضائل واحکام‘‘ کے پہلے ایڈیشن کے صفحہ نمبر 666 پر یہ مسئلہ تحریر کیا ہے کہ:

بیت اللہ پر نظر پڑنے پر دعا کرتے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا، بعض فقہائے کرام کے نزدیک مستحب ہے، جبکہ حنفیہ کے راجح قول کے مطابق ہاتھ اٹھانا مستحب نہیں، بلکہ ہاتھ اٹھائے بغیر دعا کرنا مستحب ہے۔

(ملاحظہ ہو: مناسکِ حج کے فضائل واحکام، صفحہ 666، طباعتِ اوّل: 2013ء)

اب آپ کے استفتاء کے بعد اس مسئلہ کی مزید تحقیق کی گئی۔ اور بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق جو بات بندہ نے مناسکِ حج کے فضائل واحکام میں لکھی ہے، اس کی ہی

بحمداللہ تائید ہوئی۔

آپ نے استفتاء کے ساتھ کراچی کے جو دو فتوے ارسال کیے ہیں، ان میں مختصر فتوے کے شروع میں جو سوال ہے، اس کا مضمون درجِ ذیل ہے:

”یہ جو بات مشہور ہے کہ بیت اللہ شریف پر پہلی مرتبہ نظر پڑنے پر ہی دعا کی قبولیت ہوتی ہے، اس طرح کی قیود اور تخصیصات کی کوئی معتبر سند ہے؟

اور کراچی کے منسلکہ مفصل فتوے کے شروع میں جو سوال ہے، اس کا مضمون درجِ ذیل ہے:

”یہ بات مشہور ہے کہ جو مسلمان پہلی بار حج یا عمرہ کو جاتا ہے، وہ خانہ کعبہ کو دیکھ کر جو دعاء بھی کرتا ہے، وہ قبول ہوتی ہے، کیا یہ حقیقت ہے؟

اور کیا اس کے بارے میں قرآن پاک میں کوئی آیت موجود ہے، یا حدیثِ پاک میں کوئی ہدایت ہے؟

نیز پہلی نگاہ کا مطلب آیا زندگی میں اول بار وہاں جانے کے وقت پہلی نگاہ پڑنا ہے، یا ہم جب بھی وہاں جائیں، اور پہلی نگاہ ڈالیں، وہ پہلی ہی مانی جائے گی؟“

کراچی کے دارالافتاء سے مذکورہ سوالوں کے جو جوابات تحریر کیے گئے، ان میں واضح اور متعین سوالات کے واضح اور متعین جوابات نہیں دیئے گئے، بلکہ بعض دوسرے پہلوؤں پر مفصل کلام کیا گیا ہے، البتہ مختصر فتوے میں یہ تحریر کیا گیا ہے کہ:

”بیت اللہ پر پہلی نظر پڑنے کے وقت دعا کرنا اور دعا کا قبول ہونا متعدد روایات میں مذکور ہے“

اور مفصل فتوے کے ضمن میں یہ تحریر کیا گیا ہے کہ:

”جب انسان حج یا عمرے کے لیے جائے، اور پہلی بار بیت اللہ شریف کو دیکھے، تو اس وقت ہاتھ اٹھا کر دعاء کرے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں راجح یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے“

لیکن اس مختصر اور مفصل فتوے میں مذکورہ بالا موقف کی کوئی واضح اور مستند دلیل پیش نہیں کی گئی۔

ہماری طرف سے مندرجہ بالا دونوں سوالوں کا واضح جواب یہ ہے کہ اکثر عوام میں جو یہ بات مشہور

ہے کہ حج یا عمرہ کی غرض سے جانے والے کی پہلی مرتبہ مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے بعد بیت اللہ پر پہلی نظر پڑتے وقت کی دعا خاص قبولیت وفضیلت رکھتی ہے، اور اس وقت بطورِ خاص ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی چاہئے، اس کا ثبوت نہ تو قرآن مجید کی کسی آیت میں موجود ہے، نہ ہی کسی معتبر سند سے مروی حدیث میں، اور نہ ہی ائمہ متبوعین اور ان کے متبعین سے ان قیود وتخصیصات کا کوئی ثبوت ملتا، لہٰذا یہ اغلاط العوام کے قبیل سے ہے، جس میں بعض اہلِ علم بھی غلط فہمی کا شکار ہوگئے ہیں۔

البتہ فی نفسہٖ مسجدِ حرام میں داخل ہونے اور بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت ماثور دعا مستحب ہے، اور اس موقعہ پر دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا بعض فقہاء کے نزدیک مستحب ہے، بعض کے نزدیک مستحب نہیں اور بعض کے نزدیک زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ فقہائے کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف، شدید نہیں اور اس طرح کے اختلاف میں بہت وسعت ہوتی ہے، کیونکہ ان سب اقوال میں کسی ایک جہت کے جواز سے کوئی بھی اختلاف نہیں رکھتا، جب تک کوئی مفسدہ یا منکر لازم نہ آئے، لہٰذا اس مسئلہ کو اپنے درجہ پر رکھنا چاہیے۔

البتہ علمی وفقہی اعتبار سے تحقیق اور دلائلِ شرعیہ، فقہیہ پر غور وفکر اور اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے اصل مسلک کی تحقیق وتعیین کی اہمیت اپنی جگہ ضروری ہوتی ہے۔ نیز کسی حکمِ شرعی میں افراط وتفریط کی نشاندہی اور اس سے بچنے بچانے کی اہمیت بھی اپنی جگہ ضروری ہوتی ہے۔

اور چونکہ اس مسئلہ میں کئی قسم کی غلط فہمیاں اور ان کے نتیجہ میں مختلف مفاسد وبے اعتدالیاں لازم آرہی ہیں، جس کے پیشِ نظر اس مسئلہ اور اس کے متعلقہ پہلوؤں کو کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اتباعِ حق واحقاقِ حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(باب نمبر 1)

## رؤیتِ کعبہ پر دعاء ورفعِ یدین کی احادیث وروایات

مسجدِ حرام میں داخل ہونے اور کعبہ یا بیتُ اللہ پر نظر پڑنے کے وقت دعا اور رفعِ یدین یعنی ہاتھ اٹھانے سے متعلق روایات مندرجہ ذیل پانچ قسم کی ہیں۔

www.idaraghufran.org

ایک: وہ جن میں بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت دعا کی قبولیت وفضیلت کا ذکر ہے۔

دوسری: وہ جن میں بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت صرف دعا کا ذکر ہے۔

تیسری: وہ جن میں بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت صرف ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔

چوتھی: وہ جن میں بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کا ذکر ہے۔

پانچویں: وہ جن میں بیتُ اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھانے کے ناپسند ہونے کا ذکر ہے۔

ان مختلف قسم کی روایات میں خلط والتباس ہونے اور ان کی اسنادی حیثیت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مختلف قسم کے شکوک وشبہات، بلکہ غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اس لئے مذکورہ بالا پانچوں قسم کی روایات اور ان کی اسناد کو الگ الگ فصلوں میں ذکر کیا جاتا ہے، جس کے بعد اگلے باب میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کے متعلق مختلف فصلوں میں علماء وفقہاء کے اقوال ومذاہب کا ذکر کیا جائے گا۔

اور ساتھ ساتھ ہی ہر فصل اور باب میں اور پھر آخر میں پوری بحث کا خلاصہ بھی بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(فصل نمبر1)

## رؤیتِ کعبہ کے وقت دعا کی قبولیت کی حدیث

کسی صحیح، مرفوع قولی حدیث میں بیتُ اللہ یا کعبہ پر نظر پڑنے کے وقت دعا کی خاص قبولیت کا صراحتاً ذکر نہیں ملتا، چہ جائیکہ پہلی مرتبہ نظر پڑنے پر دعا کی خاص قبولیت کا ذکر ملتا ہو۔

البتہ ایک حدیث میں بیتُ اللہ پر نظر پڑنے کے وقت دعا کی قبولیت کا ذکر ملتا ہے، جس کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے۔

اس کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

### ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار مقامات پر آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور دعا قبول کی جاتی ہے، ایک تو اللہ کے راستہ میں صفوں کو ملانے کے وقت، دوسرے بارش نازل ہونے کے وقت، تیسرے نماز کھڑی ہونے کے وقت، چوتھے کعبہ کو دیکھنے کے وقت (طبرانی) [1]

مذکورہ حدیث میں جن مواقع پر آسمان کے دروازے کھول دیے جانے اور دعا قبول کیے جانے کا ذکر ہے، ان میں ایک موقع، بیت اللہ کو دیکھنے کا ہے، لیکن نہ تو اس حدیث میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور نہ ہی بیت اللہ کو پہلی یا دوسری مرتبہ دیکھنے کی کوئی قید مذکور ہے، چہ جائیکہ زندگی میں پہلی مرتبہ حج یا عمرہ کے لیے جانے کے بعد پہلی مرتبہ بیت اللہ پر نظر پڑنے، یا کسی بھی موقع پر حج وعمرہ کی غرض سے جانے والے کے مسجدِ حرام میں پہلی مرتبہ داخل ہوتے وقت پہلی مرتبہ نظر پڑنے اور اس موقع پر مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دیر دیر تک دعا کرنے کی قید ہو، اس طرح کی تمام قیودات وتخصیصات اور التزامات اس حدیث کی رُو سے بے بنیاد ہیں۔

## مذکورہ حدیث کی سند پر کلام

تاہم مذکورہ حدیث کی سند میں ’’عفیر بن معدان‘‘ راوی کی وجہ سے ضعف، بلکہ بعض حضرات کے نزدیک غیر معمولی ضعف پایا جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ بوصیری نے فرمایا کہ اس حدیث میں عفیر بن معدان پائے جاتے ہیں، جو کہ ضعیف ہیں، اور ولید بن مسلم کی تدلیس بھی پائی جاتی ہے۔ [2]

[1] حدثنا محمد بن العباس المؤدب، ثنا الحكم بن موسى، ثنا الوليد بن مسلم، عن عفير بن معدان، عن سليم بن عامر، عن أبي أمامة، سمعه يحدث، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :تفتح أبواب السماء ، ويستجاب الدعاء فى أربعة مواطن :عند التقاء الصفوف فى سبيل الله، وعند نزول الغيث، وعند إقامة الصلاة، وعند رؤية الكعبة (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٧٧١٣)

[2] قال البوصيرى:رواه أبو يعلى والبيهقى بسند ضعيف لضعف عفير بن معدان، وتدليس الوليد بن مسلم(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، تحت رقم الحديث ١٦٢٥ )

لیکن امام طبرانی نے عفیر بن معدان ہی کی سند سے دوسری روایت بھی ذکر کی ہے، جس میں ولید بن مسلم کی تدلیس نہیں پائی جاتی۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعلامہ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد ''میں فرمایا کہ اس روایت میں ''عفیر بن معدان ''پائے جاتے ہیں، جن کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔ [1]

اورعلامہ ابنِ حجر نے ''نتائجُ الافکار ''میں فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے، جس کو امام بیہقی نے ''معرفةُ السنن ''میں روایت کیا ہے، اور ''عفیر بن معدان '' کی وجہ سے اس کے ضُعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ [2]

جبکہ شیخ ناصرُ الدین البانی صاحب نے مذکورہ حدیث کو ''عفیر بن معدان '' کی وجہ سے ہی شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [3]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لیکن اس روایت میں بھی عفیر بن معدان موجود ہیں۔

حدثنا أحمد بن المعلى الدمشقي، ثنا هشام بن عمار، ثنا الوليد بن مسلم، ثنا عفير بن معدان، عن سليم بن عامر، عن أبي أمامة، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال :تفتح أبواب السماء ، ويستجاب دعاء المسلم عند إقامة الصلاة، وعند نزول الغيث، وعند زحف الصفوف، وعند رؤية الكعبة(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۷۷۱۹)

[1] وقال الهيثمي:رواه الطبراني، وفيه عفير بن معدان، وهو مجمع على ضعفه(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۲۵۳)

[2] قال ابن حجر: هذا حديث غريب، أخرجه البيهقي في (المعرفة) من طريق الهيثم بن خارجة، عن الوليد بن مسلم بهذا الإسناد .فوقع لنا عالياً.وأشار إليه في (السنن) وإلى ضعفه بعفير بن معدان(نتائج الافكار، ج ۱ ص ۳۸۳، ۳۸۴، باب الدعاء عند الاقامة، المجلس ۸۰)

[3] (تفتح أبواب السماء ، ويستجاب الدعاء في أربعة مواطب :عند التقاء الصفين في سبيل الله، وعند نزول الغيث، وعند إقامة الصلاة، وعند رؤية الكعبة).

ضعيف جدا

أخرجه الحافظ ابن حجر في "نتائج الأفكار "(1 /79) من طريق عفير بن معدان عن سليم بن عامر عن أبي أمامة قال :سمعته يحدث عن النبي -صلى الله عليه وسلم -قال ... :فذكره، وقال ":هذا حديث غريب، أخرجه البيهقي في "المعرفة"، وأشار إليه في "السنن"، وإلى ضعفه بعفير بن معدان، وهو شامي ضعيف، وللحديث شاهد ." ...

ثم ساقه من طريق الطبراني في "الدعاء :"حدثنا سعيد بن سنان :حدثنا عمرو ابن عوف :حدثنا حفص بن سليمان عن عبد العزيز بن رفيع عن سالم بن عبد الله بن عمر عن أبيه رضي الله عنه مرفوعا " :تفتح أبواب السماء لخمس " ...؛ فذكر نحوه، لكن ذكر " :الأذان "بدل" :الإقامة"، ولم يذكر رواية الكعبة، وزاد: "ولقراءة القرآن، ولدعوة المظلوم"، وسنده ضعيف أيضا من أجل حفص.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد عرض ہے کہ ''عفیر بن معدان'' کو امام احمد بن حنبل نے ''ضعیف، منکر الحدیث'' فرمایا ہے۔

اور ابنِ معین نے ان کو ایک روایت میں ''لا شیء'' اور ایک روایت میں ''لیس بشیء'' اور ایک روایت میں ''لیس بثقة'' فرمایا ہے۔

اور ابنِ ابی حاتم نے ''عفیر بن معدان'' کو ''ضعیف الحدیث'' قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ''عفیر بن معدان''، سلیم بن عامر عن ابی امامۃ کی سند سے بے اصل روایتیں بیان کرتا ہے، اس کی روایت قابلِ اعتناء نہیں (جبکہ مجوث فیہ روایت، عفیر بن معدان عن سلیم بن عامر عن ابی امامۃ کی ہی سند سے ہے)

اور امام نسائی نے ''عفیر بن معدان'' کے متعلق فرمایا کہ یہ ثقہ نہیں ہیں اور ان کی حدیث کو لکھا نہیں جائے گا۔

اور امام ابنِ عدی نے فرمایا کہ ''عفیر بن معدان'' کی عام روایات محفوظ نہیں ہیں۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذكره الهيثمي في "المجمع "(10/ 155) وقال":رواه الطبراني، وفيه عفير بن معدان، وهو مجمع على ضعفه."

قلت :ومن طريقه رواه أبو الفرج المقرىء في "الأربعين في فضل الجهاد "(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ١٠ ٣٤)

[1] ت ق :عفير بن معدان الحضرمي ، ويقال :اليحصبي، أبو عائذ، ويقال :أبو معدان الحمصي المؤذن.
روى عن :سعد بن إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف، وسليم بن عامر الخبائزي (ت ق) ، والضحاك بن حمرة الأملوكي، وأبي دوس عثمان بن عبيد اليحصبي (ت) ، وعطاء بن أبي رباح، وعطاء بن يزيد الليثي، وقتادة بن دعامة.

روى عنه :بقية بن الوليد، وأبو اليمان الحكم بن نافع، وزيد بن يحيى بن عبيد الدمشقي، وأبو جعفر عبد الله بن محمد النفيلي، وأبو تقي الأكبر عبد الحميد بن إبراهيم، وأبو المغيرة عبد القدوس بن الحجاج (ت) ، وعلي بن عياش، وقيس بن محمد الكندي (ق) ، ومحمد بن سليمان بن أبي داود الحراني، ومسلمة بن علي الخشني، والوليد بن مسلم (ت ق) ويحيى بن صالح الوحاظي.

قال أحمد بن أبي يحيى ، عن أحمد بن حنبل :ضعيف، منكر الحديث.

وقال إسحاق بن منصور ، عن يحيى بن معين :لا شيء.

وقال عثمان بن سعيد الدارمي ، عن يحيى بن معين :ليس بشيء .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

”رازی“ نے ”عفیر بن معدان“ کے متعلق فرمایا ”لایشتغل بروایته“ [1]

”عفیر بن معدان“ کی وفات 166 ہجری کے لگ بھگ ہوئی۔ [2]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث کے ضعیف ہونے میں تو شبہ نہیں اور اگر کوئی اس کو شدید

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وعن دحين :ضعيف الحديث.

وقال عباس الدورى ، عن يحيى بن معين :ليس بثقة.

وقال إبراهيم بن يعقوب السعدى الجوزجانى : قلت ليحيى بن معين :عفير بن معدان تضمه إلى أبى مهدى؟ قال :هو قريب منه، أحاديث سليم بن عامر تلك من أين وقع عليها؟ !

وقال أبو مسهر : قال محمد بن شعيب :أبرأ إليكم من حديث عفير بن معدان وسعيد بن سنان وهو أبو مهدى.

وقال أبو حاتم : سمعت دحيما يقول :عفير بن معدان ليس بشىء، لزم الرواية عن سليم بن عامر، وشبهه بجعفر بن الزبير وبشر بن نمير.

وقال عبد الرحمن بن أبى حاتم : سألت أبى عن عفير بن معدان :فقال :ضعيف الحديث، يكثر الرواية عن سليم بن عامر، عن أبى أمامة، عن النبى صلى الله عليه وسلم ما لا أصل له، لا يشتغل بروايته.

وقال أبو عبيد الأجرى : سألت أبا داود عن عفير بن معدان، فقال :شيخ صالح، ضعيف الحديث، قال : وسألته أيضا فقال هكذا.

وقال النسائى : ليس بثقة ولا يكتب حديثه.

وقال أبو أحمد بن عدى : وعامة رواياته غير محفوظة.

قال البخارى : قال يزيد بن عبد ربه :مات أبو مهدى سنة ثمان وستين ومئة.

قال يزيد : وهو مولدى .قال :ومات عفير قبل أبى مهدى بسنتين أو نحوه

روى لـه الترمذى، وابن ماجه(تهذيب الكمال فى أسماء الرجال، ج٢٠،ص ١٧٩، تحت الترجمة : عفير بن معدان الحضرمى)

[1] عفير بن معدان أبو عائذ الحمصى يروى عن خالد بن معدان قال يحيى والنسائى ليس بثقة وقال أحمد ضعيف منكر الحديث وقال الرازى لا يشتغل بروايته وقال مرة ليس بشىء(الضعفاء والمتروكين لابن الجوزى، ج٢ص ١٨٠، تحت رقم الترجمة ٢٣٢٥)

[2] قال أبو داود: شيخ صالح، ضعيف الحديث.

وقال أبو حاتم: يكثر عن سليم بن عامر، عن أبى أمامة بما لا أصل له.

وقال ابن معين: ليس بشىء.

وروى عباس، عن ابن معين: ليس بثقة.وكذا قال النسائى.

يحيى الوحاظى: حدثنا عفير، عن سليم، عن أبى أمامة مرفوعا: " إن العبد ليؤتى مالا وولدا وصحة، فتشكوه الملائكة، فيقول الله: مدوا له فيما هو فيه، فإنى لا أحب أن أسمع صوته ."

توفى قربيا من سنة ست وستين ومائة(تاريخ الاسلام للذهبى، ج٤ص ٤٥٩، تحت رقم الترجمة ٢٨٠)

www.idaraghufran.org

ضعیف قرار دے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ علامہ مناوی نے مذکورہ حدیث کے ضمن میں ہی اس حدیث کا شدید ضعیف ہونا بیان کیا ہے۔ [2]

اور اگرچہ امام حاکم نے ''عفیر بن معدان'' کی بعض احادیث کو ''مستدرک'' میں ''صحیح'' کہا ہے، لیکن علامہ ذہبی نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے ایک جگہ ''عفیر بن معدان'' کو ''واہٍ'' اور ایک جگہ ''واہٍ جداً'' اور ایک جگہ ''ھالک'' کہا ہے۔ [3]

---

[1] قال الذھبی:

عفیر بن معدان – واہٍ – عن سلیم بن عامر ، عن أبی أمامة مرفوعاً مثله (تنقیح کتاب التحقیق فی أحادیث التعلیق، ج ۱ ص۱۸۷، تحت رقم الحدیث ۱۵۹، باب ما یجوز فی الصلاۃ وما یحرم)

وقال الدکتور:سعد بن ناصر بن عبد العزیز الشَّثری:

قال الھیثمی (المجمع 300 /1)، وفیه عفیر بن معدان، وھو ضعیف جدا.

قلت: وھو کما قال؛ فإن عفیر بن معدان ضعیف، وھو فی روایته عن سلیم بن عامر أشد ضعفا(حاشیة المطالب العالیة، ج۳ص۵۶، تحت رقم الحدیث ۲۲۱، کتاب الصلاۃ، باب عظم قدر الصلاۃ)

وقال ایضاً:

قال البوصیری فی مصباح الزجاجة " :(112 /2)ھذا إسناد ضعیف، عفیر بن معدان المؤذن ضعفه أحمد وابن معین ودحیم وأبو حاتم والبخاری والنسائی وغیرھم.

قلت: بل إسناده ضعیف جدا إن لم یکن موضوعا، فإن عفیرا ھذا متھم.

وقال العراقی کما فی فیض القدیر " :(167 /4)عفیر بن معدان ضعیف جدا(حاشیة المطالب العالیة، ج۹ ص۲۲۴، تحت رقم الحدیث ۱۹۲۴، کتاب الجھاد، باب الشھداء)

[2] (طب عن أبی أمامة) قال الھیثمی :فیه عفیر بن معدان وھو مجمع علی ضعفه جدا وقال ابن حجر : حدیث غریب وقد تساھل الحاکم فی المستدرک فصححه فرده الذھبی بأن فیه عفیر بمھملة وفاء مصغرا واہ جدا وقد تفرد به وھذا الحدیث لم أره فی نسخة المصنف التی بخطه(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت رقم الحدیث ۳۳۳۷)

[3] حدثنا أبو جعفر أحمد بن عبید الحافظ، بھمدان، ثنا إبراھیم بن الحسین، ثنا أبو الیمان، ثنا عفیر بن معدان، عن سلیم بن عامر، عن أبی أمامة، رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " إن العبد إذا مرض أوحی الله إلی ملائکته: یا ملائکتی أنا قیدت عبدی بقید من قیودی فإن أقبضه أغفر له وإن أعافه فحینئذ یقعد ولا ذنب له(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۲۸۷)

قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز علامہ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' میں کئی احادیث کے ضمن میں ''عفیر بن معدان'' کو ''شدید ضعیف'' اور بعض احادیث کے ضمن میں ''متروک'' قرار دیا ہے۔ [1]

اور علامہ مناوی نے ''فیض القدیر'' میں ''علامہ عراقی'' سے ''عفیر بن معدان'' کے متعلق ''ضعیف جداً'' ہونا نقل کیا ہے۔ [2]

ملحوظ رہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے، جس میں پانچ چیزوں کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے جانے کا ذکر آیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الذهبی فی التلخیص: عفیر بن معدان واہ.

أخبرنی محمد بن عبد الله بن قریش، ثنا الحسن بن سفیان، ثنا صفوان بن صالح، ثنا الولید بن مسلم، أخبرنی أبو عائذ عفیر بن معدان، أنه سمع سلیم بن عامر الکلاعی، یحدث، عن أبی أمامة الباهلی رضی الله عنه، أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: الشام صفوة الله من بلاده، یسوق إلیها صفوة عباده، من خرج من الشام إلی غیرها فبسخطه، ومن دخل من غیرها فبرحمته(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۸۵۵)

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الإسناد علی شرط مسلم، ولم یخرجاه "

وقال الذهبی فی التلخیص: کلا وعفیر هالک.

حدیث أبی أمامة مرفوعاً "إذا نادی المنادی فتحت أبواب السماء ...الحدیث بطوله "قال: صحیح .قلت :فیه عفیر بن معدان وهو واہ جداً(مختصرُ استدرَاک الحافِظ الذّهبی علی مُستدرَک أبی عبد اللهِ الحَاکم،لابن الملقن ، تحت رقم الحدیث ۱۵۸ )

[1] رواه الطبرانی فی الکبیر، وفیه عفیر بن معدان، وهو ضعیف جدا(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۶۶۵ ،باب فضل الصلاة وحقنها للدم)

وفیه عفیر بن معدان وهو ضعیف جدا(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۲۶۱۵ ،کتاب الأدب)

رواه الطبرانی، وفیه عفیر بن معدان وهو ضعیف جدا(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۳۳۶۲ ،باب عجائب المخلوقات)

ولابن عباس فی البزار :کانت أشراف الجن بالموصل .فأما إسناد الطبرانی فی الکبیر ففیه النضر أبو عمر وهو متروک، وأحد إسنادی الأوسط فیه جابر الجعفی وهو ضعیف، والإسناد الآخر وإسناد البزار أیضا فیهما عفیر بن معدان وهو متروک(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۱۳۴۲ ،کتاب التفسیر،سورة الأحقاف)

[2] (هـ طب) کلاهما من روایة قیس بن محمد الکندی عن عفیر بن معدان عن سلیم بن عامر (عن أبی أمامة) الباهلی قال الزین العراقی :وعفیر بن معدان ضعیف جدا(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ، تحت رقم الحدیث ۴۹۰۷)

www.idaraghufran.org

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی اس حدیث کو بعض حضرات نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی مذکورالصدر حدیث کا شاہد اور موید سمجھ لیا ہے۔

لیکن یہ درست نہیں ہے، کیونکہ اولاً تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث بھی خود سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ [1]

دوسرے اس حدیث میں جن پانچ چیزوں کا ذکر آیا ہے، ان میں بیت اللہ کو دیکھنے کے عمل کا ذکر نہیں، اور کسی دوسری قولی حدیث سے بھی بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جانے، اور دعاء قبول کیے جانے کی تائید نہیں ہوتی۔

چنانچہ علامہ ابنِ حجر نے ''نتائج الافکار'' میں اس طرح کی چند روایات ذکر کی ہیں، جن میں سے اس ایک روایت کے علاوہ کسی میں بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت دعا کا ذکر نہیں۔ [2]

---

[1] حدثنا سعيد بن سيار قال :نا عمرو بن عون قال :أنا حفص بن سليمان، عن عبد العزيز بن رفيع، عن سالم، عن أبيه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :تفتح أبواب السماء لخمس لقراء ة القرآن، وللقاء الزحفين، ولنزول القطر، ولدعوة المظلوم، وللأذان.

لم يرو هذه الأحاديث عن عبد العزيز بن رفيع، إلا حفص بن سليمان، تفرد به :عمرو بن عون "(المعجم الأوسط ،للطبرانی، رقم الحديث : ٣٦٢١)

قال الهيثمی :

رواه الطبرانی فی الأوسط والصغير، وفيه حفص بن سليمان الأسدی ضعفه البخاری ومسلم وابن معين والنسائی وابن المدينی، ووثقه أحمد وابن حبان إلا أنه قال :الأزدی مكان الأسدی(مجمع الزوائدتحت رقم الحديث : ١٨٥٠ ،باب فضل الأذان)

[2] قال ابن حجر :

باب :الدعاء عند الإقامة:روى الإمام الشافعی بإسناده فی الأم حديثا مرسلا :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال(اطلبوا استجابة الدعاء عند التقاء الجيوش، وإقامة الصلاة، ونزول الغيث وقال الشافعی :وقد حفظت عن غير واحد طلب الإجابة عند نزول الغيث وإقامة الصلاة.بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

ثم فی يوم الثلاثاء خامس عشر شهر (ذی) حجة سنة ثمان وثلاثين وثمانمئة حدثنا سيدنا ومولانا قاضی القضاة، شيخ الإسلام، المشار إليه إملاء من حفظه، وقراء ة عليه من المستملی كعادته قال وأنا أسمع:

قوله :باب :الدعاء عند الإقامة روى الشافعی ..إلى آخره.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورعلامہ ابنِ حجر نے ’’نتائج الافکار ‘‘ میں ایک موقع پر فرمایا کہ ’’المھذب ‘‘ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیتُ اللہ پر نظر کرنے کے وقت، دعا کی قبولیت کی دلیل میں ذکر کیا گیا ہے، اوراس کے شارح نے اس کی تخریج نہیں کی، بلکہ یہ فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے، اور ثابت نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾قلت :أخرجه فى أواخر الاستسقاء عمن لا يتهم عن عبد العزيز بن عمر، عن مكحول أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :فذكره، وهو مرسل أو معضل؛ لأن جل رواية مكحول عن التابعي(ن).

ووجدت له شاهدا.

أخرج سعيد بن منصور فى أوائل (أواخر) السنن عن حماد بن زيد عن صعقب بن زهير عن عطاء -هو ابن أبى رباح -قال :تفتح أبواب السماء عند ثلاث خلال، فتحروا فيهن الدعاء، فذكر مثل مرسل مكحول، لكن قال الأذان بدل الإقامة، وهو مقطوع جيد، له حكم المرسل؛ لأن مثله لا يقال من قبل الرأى.

والصعقب بصاد وعين مهملتين ثم قاف وموحدة بوزن جعفر، أخرج له البخارى فى الأدب المفرد وليس به بأس.

قوله (قال الشافعي :وقد حفظت من غير واحد طلب الإجابة عند نزول الغيث، وإقامة الصلاة.

قلت :ورد فى ذلك عدة أحاديث .منها ما:

أخبرني أبو محمد عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن لاجين، أنا محمد بن إسماعيل بن عبد العزيز، أنا عبد العزيز بن عبد المنعم، عن عفيفة بنت أحمد، عن فاطمة بنت عبد الله سماعا، قالت :أنا أبو بكر بن عبد الله، أنا أبو القاسم اللخمى، ثنا محمد بن العباس المؤدب، ثنا الحكم بن موسى، ثنا الوليد بن مسلم، عن عفير بن معدان، عن سليم بن عامر، عن أبى أمامة رضى الله عنه، قال :سمعته يحدث عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ) :(تفتح أبواب السماء ويستجاب الدعاء فى أربعة مواطن :عند التقاء الصفين فى سبيل الله، وعند نزول الغيث، وعند إقامة الصلاة، وعند رؤية الكعبة.

هذا حديث غريب، أخرجه البيهقى فى المعرفة من طريق الهيثم بن خارجة، عن الوليد بن مسلم بهذا الإسناد.

فوقع لنا عاليا.

وأشار إليه فى السنن وإلى ضعفه بعفير بن معدان، وهو بمهملة ثم فاء مصغرة شامى ضعيف، ولحديثه شاهد.

وبالسند الماضى قريبا إلى الطبرانى فى الدعاء ثنا سعيد بن سنان ثنا عمرو بن عون ثنا حفص بن سليمان عن عبد العزيز بن رفيع عن سالم بن عبد الله بن عمر عن أبيه رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:تفتح أبواب السماء لخمس .. ..فذكر نحوه، لكن الأذان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر علامہ ابنِ حجر نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی طبرانی کبیر کے حوالہ سے کتاب الصلاۃ کے ''باب الدعاء عند الإقامة'' میں تخریج کردی ہے۔

اور یہ وہی حدیث ہے، جس کا پیچھے ذکر گزرا۔ [1]

تیسرے اگر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو سند کے اعتبار سے شدید ضعیف شمار کیا جائے، تو پھر کسی دوسری ضعیف حدیث سے بھی اس کو تقویت حاصل نہ ہوگی، جیسا کہ یہ بات علمِ حدیث میں طے ہے۔ [2]

خلاصہ یہ کہ کسی مرفوع، مستند قولی حدیث میں بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت دعاء کی خاص فضیلت و

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بدل الإقامة، ولم يذكر رؤية الكعبة وزادولقراء ة القرآن ولدعوة المظلوم.

وسنده ضعيف من أجل حفص.

وإذا انضم إلى الذى قبله كانت الخصال سبعا.

ومن الأخبار الواردة فى نزول الغيث زيادة تقدمت فى حديث سهل بن سعد.

ووجدت لحديث ابن عمر شاهدا من رواية عبد الرحمن بن سابط أحد التابعين، أخرجه محمد بن فضيل فى كتاب الدعاء (نتائج الافكار، ج ا ص ۳۸۴، باب الدعاء عند الاقامة، المجلس ۸۰)

[1] (قوله :فإذا دخل مكة ووقع بصره على الكعبة يستحب له أن يرفع يديه ويدعو، فقد جاء أنه يستجاب دعاء المسلم عند رؤية الكعبة.

قلت :وقع فى المهذب :وإذا رأى البيت دعا لما روى أبو أمامة رضى الله عنه، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :(تفتح أبواب السماء ، وتجاب دعوة المسلم عند رؤية الكعبة

ولم يذكر الشيخ فى شرحه من خرجه، بل قال :حديث غريب غير ثابت.

وقد خرجته فى هذه الأمالى فى (باب الدعاء عند الإقامة) من كتاب الصلاة.

ولفظه :(تفتح أبواب السماء ويستجاب الدعاء فى أربعة مواطن :عند التقاء الصفوف فى الجهاد وعند نزول الغيث وعند إقامة الصلاة وعند رؤية الكعبة

وهذا لفظه عند الطبرانى فى الكبير من حديث أبى أمامة(نتائج الافكار، ج۵ص۲۵۷،كتاب أذكار الحج،فصل :إذا وصل المحرم إلى حرم مكة، المجلس ۵۰۵)

[2] قال الدكتور:سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثرى:

قلت: وسنده ضعيف جدا، فيه عفير بن معدان، قال أبو حاتم –كما فى الجرح والتعديل 7/ 36) :- هو ضعيف الحديث، يكثر الرواية عن سليم بن عامر، عن أبى أمامة، عن النبى –صلى الله عليه وسلم– بالمناكير بما لا أصل له، لا يشتغل بروايته.

قلت: فالسند شديد الضعف، لا يصلح، لأن يكون شاهدا للباب(حاشية المطالب العالية، ج۵ص ۲۶۱، تحت رقم الحديث ۱۰۸، كتاب الجنائز، باب الكفن)

قبولیت کا ثبوت نہیں پایا جاتا، البتہ ایک قولی حدیث میں اس موقع پر آسمان کے دروازے کھول دیے جانے اور دعا کے قبول ہونے کا ذکر پایا جاتا ہے، مگر وہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف، بلکہ بعض کے نزدیک شدید ضعیف ہے اور اس قابل نہیں کہ اس سے اس طرح کی کوئی فضیلت ثابت کی جاسکے، چہ جائیکہ اس پر عقیدہ رکھا جائے۔

اور اگر اس حدیث کو شدید ضعیف کے بجائے صرف ضعیف کہا جائے، تب بھی بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت نفسِ دعا کی فضیلت کا فی الجملہ ثبوت ہوگا، لیکن اولاً تو اس پر ایسا عقیدہ رکھنا، جیسا کہ عوام میں پایا جاتا ہے، درست نہ ہوگا، جیسا کہ فضائلِ اعمال کے باب میں یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے۔

دوسرے اس حدیث میں حج وعمرہ کے لیے جانے والے کے حق میں بیت اللہ پر پہلی مرتبہ نظر پڑنے پر دعا کی قبولیت کا ذکر نہیں، بلکہ مطلق کعبۃ اللہ کو دیکھنے کے وقت کا ذکر ہے، جس کا مصداق جس طرح سے پہلی مرتبہ بیت اللہ کو دیکھنا ہے، اسی طرح دوسری اور تیسری مرتبہ دیکھنا بھی ہے۔

اسی طرح مذکورہ حدیث میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر نہیں، اور اس میں نماز کھڑی ہونے کے وقت اور دوسرے موقع کی جن دعاؤں کا ذکر ہے، وہ بھی ہاتھ اٹھانے کے مستحب یا مسنون ہونے کے مواقع نہیں۔

پھر مذکورہ قید کے ساتھ پہلی مرتبہ دیکھنے یا پہلی مرتبہ نظر پڑنے اور اس موقع پر ہاتھ اٹھا کر اور ٹھہر کر دعاء کا ثبوت اس سے کیونکر ہوسکتا ہے، جس پر آج کل بے شمار عوام وخواص کا عمل ہے۔ [1]

البتہ بعض احادیث وروایات میں مسجدِ حرام میں داخل ہونے یا بیت اللہ پر نظر پڑنے کے وقت مخصوص، مگر مختصر دعاؤں کا ذکر ملتا ہے، جن سے بیتُ اللہ کو دیکھنے یا مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے وقت ان دعاؤں کے مستحب ہونے کا ثبوت ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

**وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ**

(جاری ہے............)

---

[1] (قوله عدم شدة ضعفه) شديد الضعف هو الذى لايخلو طريق من طرقه كذاب اومتهم بالكذب قاله ابن حجر (ردالمحتار، كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

(قوله :وأن لا يعتقد سنية ذلک الحديث) أى سنية العمل به .وعبارة السيوطى فى شرح التقريب :الثالث أن لا يعتقد عند العمل به ثبوته بل يعتقد الاحتياط، وقيل :لا يجوز العمل به مطلقا، وقيل :يجوز مطلقا. اهـ.(ردالمحتار، كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

www.idaraghufran.org

**کیا آپ جانتے ہیں؟**

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

# صفائی ستھرائی (Cleanliness) کے آداب (قسط1)

دنیا میں زندگی گزارنے اور رہنے سہنے بلکہ طبی اعتبار سے حفظانِ صحت اور صحت برقرار رکھنے اور مختلف بیماریوں سے نجات پانے کا ایک پہلو صفائی اور ستھرائی ہے۔

اسلام میں جسم، لباس، مختلف اشیاء اور رہائش گاہ اور گلی کوچوں وغیرہ کی صفائی ستھرائی کی بہت اہمیت ہے۔

## صفائی ستھرائی کے بنیادی آداب

(1)...... صفائی وستھرائی جہاں ایک طرف عبادت اور ثواب کا کام ہے، وہاں اپنے آپ کو اور دوسرے لوگوں کو تکلیف سے بچانے اور راحت فراہم کرنے کا ذریعہ بھی ہے، جو کہ اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے۔

اس کے علاوہ جسم سے لے کر کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور رہنے سہنے اور برتنے تک کی سب چیزوں میں صفائی کا لحاظ واہتمام کرنا صحت وتن درستی کے لئے بہت ضروری ہے۔

تن درستی قائم رکھنے کے لئے صرف پاک صاف ہوا، پانی اور غذا، پاک صاف جسم اور صاف ستھرے لباس ہی کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے پاک صاف مکان کی بھی ضرورت ہے، اور ساتھ ہی گلی کوچوں اور تمام آبادی کی صفائی بھی ضروری ہے۔

اور آج کل مختلف مہلک بیماریوں کا اہم سبب صفائی وستھرائی کی طرف سے غفلت وکوتاہی ہے، جس کی وجہ سے مختلف مسائل ومصائب کا سامنا ہے۔

(2)......جسم اور بدن کی صفائی کے لئے شریعت نے غسل کی تعلیم دی ہے، جس میں پورے جسم کی

Idara Ghufran

صفائی آ جاتی ہے؛ اور پورے جسم کا غسل کرنا ہر شخص کے لیے ہر روز مشکل ہے، اس لیے شریعت نے صفائی سُتھرائی کے لیے جسم کے بعض مخصوص حصوں کو روزانہ صاف سُتھرا رکھنے کا ایک جامع نظام پیش کیا ہے، چنانچہ منہ کی صفائی کے لئے مسواک کرنے کی اور ہاتھ پاؤں کی صفائی کے لئے مختلف اوقات میں ہاتھ دھونے اور وضو کرنے کی تعلیم دی ہے۔

اور اسی کے ساتھ جسم کے وہ مخصوص حصے جہاں میل کچیل اور جراثیم جمع ہونے کے زیادہ امکانات ہیں، اُن کے لیے ایسا دستور پیش کیا ہے، جس سے اُن مقامات پر میل کچیل اور جراثیم جمع ہونے سے حفاظت ہو جائے۔

چنانچہ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن کاٹنے اور جسم کے مخصوص حصوں کے بال دُور کرنے کو مقرر کیا ہے، اور جہاں انسان رہائش اختیار کرتا ہے، اس کی صفائی کی بھی تعلیم دی ہے، جس میں جسمانی صحت کے علاوہ روحانی صحت کا بھی لحاظ کیا گیا ہے، کہ ان چیزوں کو شریعت نے عبادت وثواب قرار دیا ہے، اور روحانی پاکیزگی کے ساتھ ظاہری صفائی کا تعلق قائم کیا ہے۔

اور طبی اعتبار سے صحت کی حفاظت کے لئے بھی ان چیزوں کی صفائی ایک مسلّمہ مسئلہ ہے۔

چنانچہ اطباء کا کہنا ہے کہ تندرست رہنے کے لئے ہر چیز میں صفائی بہت ضروری ہے، اس کا لحاظ کئے بغیر اچھی غذائیں، قیمتی اور اعلیٰ درجے کے لباس، صحت برقرار رکھنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔

(3)...... دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، اگر ایک مسلمان دن رات میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے کے لئے سنت کے مطابق وضو کر لیا کرے، تو اس سے بھی صفائی کا مقصد کافی حد تک حاصل ہو جاتا ہے، کیونکہ وضو میں ہاتھ، پاؤں، منہ، آنکھیں، کان ناک اور سر کی صفائی ہوتی رہتی ہے اور یہی اعضاء گرد وغبار اور میل کچیل وغیرہ سے زیادہ اور کثرت کے ساتھ متاثر ہوتے ہیں۔

(4)...... وضو میں ایک چیز تو یہ ضروری ہے کہ پاک پانی سے اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے، اور دوسری چیز یہ ضروری ہے کہ اپنے پورے چہرے کو دھوئے، اور تیسری چیز یہ ضروری ہے کہ ہاتھ بھگو کر سر پر پھیرے، جس کو سر کا مسح کہا جاتا ہے، اور چوتھی چیز یہ ضروری ہے کہ اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھوئے۔

یہ چاروں چیزیں جب پوری کرلی جائیں، تو وضو ہو جاتا ہے، اور یہ چاروں چیزیں وضو کے فرائض کہلاتی ہیں۔

البتہ اگر کوئی وضو کے صرف فرائض پر اکتفاء کرنے کے بجائے، وضو میں مزید اہتمام کیا کرے، مثلاً صرف ایک مرتبہ عضو دھونے کے بجائے تین تین مرتبہ دھویا کرے اور میل کچیل کو اچھی طرح صاف کیا کرے، تو سنت ہونے کی وجہ سے اس کی اور بھی زیادہ فضیلت ہے۔ (جاری ہے............)

اقبال ٹریڈرز

ہمارے ہاں پلاسٹک، اسٹیل، آفس فرنیچر اور کمپیوٹر ٹیبل کی ورائٹی دستیاب ہے

اس کے علاوہ المونیم کی کھڑکیاں اور دروازے، سیلنگ، بلائنڈز، وال پیپر، ونائل فلور ٹائل بھی دستیاب ہیں

بالمقابل چوک کوہاٹی بازار مری روڈ راولپنڈی

فون 5962705--5503080

TOYOTA
GENUINE PARTS

حافظ احسن: 0322-4410682

HONDA
GENUINE PARTS

اشرف آٹوز

ٹویوٹا اور ہنڈا کے جینین اور ریپلیسمنٹ باڈی پارٹس دستیاب ہیں

حافظ الیاس حافظ اسامہ

گلی نمبر 6، ہاری سٹریٹ، منٹگمری پارک، لاہور

0313 / 0333 -4410682

4318-C

چوک گوالمنڈی، راولپنڈی

Ph:051- 5530500 / 5530555

ashrafautos.rawalpindi@gmail.com

Join us f on ashrafautos.rawalpindi

www.idaraghufran.org

**عبرت کدہ** حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط36 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

# فرعون کا حضرت موسیٰ سے مکالمہ

## پہلا سوال: تمہارا رب کون ہے؟

فرعون نے پوری مملکت کے وسائلِ معاش اپنے قبضہ میں کر رکھے تھے، اسی لحاظ سے وہ اپنے آپ کو اپنی رعیت کا پروردگار یا ''ربِ اعلیٰ'' سمجھے بیٹھا تھا، اور اپنے رب ہونے کا دعویٰ بھی کرتا تھا، اس نے اپنی رعیت کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کردی تھی کہ ان کا پرورش کنندہ میں ہی ہوں۔ [1]

چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوں فرمایا کہ ہم ''ربُّ العالمین'' کے رسول ہیں، تو وہ فوراً

---

[1] مشرک سوسائٹیوں اور جاہلی معاشروں کا ''تصورِ الٰہ'' بہت محدود اور اپنے احوال وظروف کے مطابق مقامی نوعیت کا تھا، نہ کہ آفاقی نوعیت کا، یہ آسمانی شریعتوں کی دَین ہے کہ انہوں نے ہمیشہ انسانیت کو توحید کا وسیع، واضح اور دوٹوک عقیدہ دیا، اور اللہ کی ذات وصفات کی الگ الگ تقسیم کی، خصوصاً دینِ اسلام کا نظریۂ توحید پوری انسانی تاریخ میں سب سے مکمل، جامع، صاف اور واضح نظریہ ہے، اس کا تقابل خود اسرائیلی مذاہب وادیان سے کرایا جائے، تو بائبل وغیرہ میں نظریۂ توحید بھی ایک ارتقائی صورت میں دکھائی دیتا ہے، اسلام اس ارتقاء سے گزر کر اسے تکمیل کے مراحل پر پہنچا کر پیش کرتا ہے۔

فرعون کا اپنے آپ کو رب کہنا بظاہر اسی جاہلی ''تصورِ الٰہ'' کے پسِ منظر میں تھا کہ قہر وجبر اور انتظام واقتدار کی چند محدود صورتوں کو وہ معبودوں کا دائرہ کار سمجھتے تھے، یعنی اسلام نے اللہ کی ذات سے گزر کر صرف اس کی صفات کے ننانوے حصوں میں سے ایک صفتِ ربوبیت کی صورت میں جو اللہ کا تعارف کرایا ہے، اور نظامِ ربوبیت کے تحت اس کے رب ہونے کو واضح کیا ہے، جاہل معاشروں میں معبودوں کا دائرہ اختیار اس کی بھی محض ایک مبہم صورت تھی، اور فرعون اپنے اقتدار کے نشے میں اس زعم میں مبتلا ہوا کہ معبودوں کے یہ اختیارات آج اس کے پاس آگئے ہیں، کیونکہ سوسائٹی کا سسٹم پوری طرح اس کے ہاتھ میں ہے۔

ہمارے خیال میں ''ہیومن ازم'' کا نظریہ جو مغرب میں انیسویں صدی میں پھیلا اور مقبول ہوا، جو سیکولرازم اور جدید لادینیت کی ماں ہے، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ خدا کے تخت سے خدا کو اتار کر انسان کو بٹھایا جائے، جس کو جرمن فلاسفر ''نطشے'' نے یوں تعبیر کیا ہے کہ ''خدا مرچکا ہے'' جس کا اقبال نے تعاقب کیا، اور فارسی اردو شاعری میں اس کا محاسبہ کیا، مثلاً اس کا یہ شعر: ؎

اگر ہوتا وہ مردِ فرنگی اس زمانے میں اقبال اُسے بتاتا کہ شانِ کبریا کیا ہے

غرضیکہ ''ہیومن ازم'' فرعون کے نظریۂ ربوبیت کی جدید شکل ہے، فرعون ڈکٹیٹر تھا، اس نے اسے اپنی ذات میں مرکوز کیا، جدید مغربی سیکولر ''جمہوریت'' کے دعویدار ہیں، انہوں نے اسے ساری انسانیت پر پھیلا دیا۔

www.idaraghufran.org

چونک اٹھا اور حقارت کے طور پر کہنے لگا کہ:

یہ ''ربُّ العالمین'' کیا ہوتا ہے، اپنی رعایا کا رب تو میں خود ہوں، یہ کون سے ''ربُّ العالمین'' کی بات کرتے ہو؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ ''ربُّ العالمین'' وہی ہے، جو آسمان اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کا ''رب'' ہے اور اگر تم کسی چیز پر یقین کرنا جانتے ہو، تو یہ بات زیادہ یقین کرنے کی ہے، اس لیے کہ اس کے دلائل سورج کی طرح روشن ہے۔

چنانچہ سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ .قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ (سورة الشعراء، رقم الآية ٢٣، ٢٤)

یعنی ''فرعون بولا اور سارے جہان کا رب کیا ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے اگر تم یقین لانے والے ہو''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ترکی بہ ترکی گفتگو اور بے باک لہجے کے سامنے فرعون کھسیانا ہوگیا، اپنی اس خفت کو چھپانے کے لیے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینے کے بجائے پلٹ کر اپنے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ لوگوں نے سنا: یہ کیا کہہ رہا ہے؟

درباریوں کے کوئی جواب دینے سے پہلے ہی موسیٰ علیہ السلام نے بھرے دربار میں پھر فرعون کو مخاطب ہوکر کہا:

تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ ملک بھر کے وسائل معاش کو اپنے قبضہ میں کر لینے کے بعد تم ہی اپنی رعایا کے رب بن گئے ہو، میں اس رب کی بات کر رہا ہوں جس کا تمام تر وسائل پر براہِ راست کنٹرول ہے، اگر وہ ایک سال یا چند سال بارش ہی نہ برسائے تو تم رعیت تو درکنار اپنی خوراک تک کے لئے ترس جاؤ گے ''ربُّ العالمین'' وہ ہے جو خود تمہیں اور تمہارے سب آباء واجداد کو رزق دیتا رہا ہے اور وہی تمہارا حقیقی رب ہے، میں اس ''ربُّ العالمین'' کا رسول ہوں۔

سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمِعُونَ .قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ (سورة الشعراء، رقم الآيات ٢٥، ٢٦)

یعنی ”فرعون نے ان (درباریوں) سے جو اس کے اردگرد تھے کہا کہ تم موسیٰ کی باتیں سنتے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہارا رب بھی اور تمہارے ان آباؤاجداد کا رب بھی جو گزر چکے ہیں“۔

فرعون نے جو سوال کیا تھا، اس کا مطلب یہ تھا کہ ”ربُّ العالمین“ کی حقیقت و ماہیت بتاؤ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب کا حاصل یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت و ماہیت کوئی نہیں جان سکتا، البتہ اس کو اس کی صفات سے پہچانا جاتا ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں اللہ تعالیٰ کی صفات ہی بیان فرمائیں، اس پر فرعون نے کہا کہ یہ بالکل مجنون ہے، کیونکہ سوال حقیقت کا کیا گیا تھا، اور جواب صفات سے دے رہے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دعویٰ پر زور دیتے ہوئے اور ”ربُّ العالمین“ کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ روئے زمین پر جتنی بھی مخلوق آباد ہے، خواہ اس کا تعلق اس ملک مصر سے ہو یا مشرق سے ہو یا مغرب سے ہو یا کہیں سے بھی ہو، ساری مخلوق کا رب وہی ”ربُّ العالمین“ ہے، تم تو صرف زمین کے ایک چپہ بھر ملک کے بادشاہ ہو، اور میں اس ”ربُّ العالمین“ کا رسول ہوں، جس کی بادشاہت اس پوری زمین پر ہی نہیں، بلکہ پوری کائنات پر بھی ہے، لہٰذا تمہارے حق میں بہتری اسی بات میں ہے کہ تم پوری کائنات کے رسول کی بات مان لو۔

سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ .قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ (سورة الشعراء، رقم الآيات ٢٧، ٢٨)

یعنی ”فرعون نے (حاضرین سے) کہا تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، یقیناً مجنون ہیں۔ موسیٰ نے کہا وہ مشرق و مغرب اور دونوں کے درمیان پائی جانے والی ہر چیز کا رب ہے، اگر یہ بات تمہاری سمجھ میں آ جائے“۔

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مکالمہ کو دوسرے انداز میں بیان فرمایا ہے، جس میں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح سوال کیا کہ:

''اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟''

حضرت موسیٰ نے جواب میں فرمایا کہ:

''ہمارا رب تو وہ ہے، جس نے ہر ایک مخلوق کو اس کی مخصوص شکل وصورت میں پیدا کیا ہے، اور ہر عضو میں ایک مخصوص فائدہ رکھا ہے، پھر ہر ایک کو طلبِ رزق کے طریقے سکھائے اور ان کی نسلوں کی بقا کے وسائل واسباب دے کر انہیں استعمال کرنے کا طریقہ سکھایا ہے''۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمَا يَامُوسَى .قَالَ رَبُّنَا الَّذِى أَعْطَى كُلَّ شَىْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى

(سورة طٰهٰ، رقم الآيات، ۴۹، ۵۰)

یعنی''(یہ ساری باتیں سن کر) فرعون نے کہا کہ موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟ (موسیٰ نے) کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خاص صورت عطا کی پھر رہنمائی فرمائی''۔

یعنی دنیا کی ہر شے جیسی کچھ بھی بنی ہوئی ہے، اسی کے بنانے سے بنی ہے، ہر چیز کو جو بناوٹ، جو شکل وصورت، جو قوت وصلاحیت، اور جو صفت وخاصیت حاصل ہے، اسی کے عطیے اور بخشش کی بدولت حاصل ہے، ہاتھ کو دنیا میں اپنا کام کرنے کے لیے جس ساخت کی ضرورت تھی وہ اس کو دی، اور پاؤں کو جو مناسب ترین ساخت درکار تھی وہ اس کو بخشی، انسان، حیوان، نباتات، جمادات، ہوا، پانی، روشنی، ہر ایک چیز کو اس نے وہ صورت خاص عطا کی ہے جو اسے کائنات میں اپنے حصے کا کام ٹھیک ٹھیک انجام دینے کے لیے مطلوب ہے۔ [1]

---

[1] قال يعنى فرعون فمن ربكما يا موسى أى فمن إلهكما الذى أرسلكما قال ربنا الذى أعطى كل شىء خلقه ثم هدى أى كل شىء يحتاجون إليه ويرتفقون به، وقيل أعطى كل شىء صلاحه وهداه، وقيل أعطى كل شىء صورته فخلق اليد للبطش والرجل للمشى واللسان للنطق والعين للنظر والأذن للسمع ثم هداه إلى منافعه من المطعم والمشرب والمنكح، وقيل يعنى جعل زوجة الرجل المرأة والبعير الناقة والفرس الرمكة وهى الحجرة والحمار الأتان ثم هدى ألهمه كيف يأتى الذكر الأنثى (تفسير الخازن، ج۳ص۲۰۶، سورة طٰه)

پھراس نے ایسا نہیں کیا کہ ہر چیز کو اس کی مخصوص بناوٹ دے کر یونہی چھوڑ دیا ہو، بلکہ اس کے بعد وہی ان سب چیزوں کی رہنمائی بھی کرتا ہے، دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے اپنی ساخت سے کام لینے اور اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرنے کا طریقہ اس نے نہ سکھایا ہو، کان کو سننا اور آنکھ کو دیکھنا اسی نے سکھایا ہے، مچھلی کو تیرنا اور چڑیا کو اڑنا اسی کی تعلیم سے آیا ہے، درخت کو پھل پھول دینے اور زمین کو نباتات اگانے کی ہدایت اسی نے دی ہے، غرض وہ ساری کائنات اور اس کی ہر چیز کا صرف خالق ہی نہیں، ہادی اور معلم بھی ہے۔

اس جامع ومختصر جملے میں حضرت موسیٰ نے صرف یہی نہیں بتایا کہ ان کا رب کون ہے، بلکہ یہ بھی بتادیا کہ وہ کیوں رب ہے اور کس لیے اس کے سوا کسی اور کو رب نہیں مانا جاسکتا، دعوے کے ساتھ اس کی دلیل بھی اسی چھوٹے سے فقرے میں آ گئی ہے۔

ظاہر ہے کہ جب فرعون اور اس کی رعایا کا ہر فرد اپنے وجودِ خاص کے لیے اللہ کا ممنون ہے، اور جب ان میں سے کوئی ایک لمحہ کے لیے زندہ تک نہیں رہ سکتا، جب تک اس کا دل اور اس کے پھیپھڑے اور اس کا معدہ وجگر اللہ کی دی ہوئی ہدایت سے اپنا کام نہ کیے چلے جائیں، تو فرعون کا یہ دعویٰ کہ وہ لوگوں کا رب ہے، اور لوگوں کا یہ ماننا کہ وہ واقعی ان کا رب ہے، ایک حماقت اور ایک مذاق کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔

## دوسرا سوال: پچھلی امتوں کا کیا حال ہوا؟

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بتایا کہ ان کا رب وہ ہے جس نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا ہے، انہیں روزی دی ہے، اور انہیں زندگی گزارنے کا طریقہ سکھا دیا ہے، تو وہ لاجواب ہو گیا اور شکست خوردہ ہو کر کہنے لگا کہ:

> ''پھر ان اقوامِ گزشتہ کے بارے میں تم کیا کہو گے جو بتوں کی پوجا کرتی تھیں، جیسے نوح، ہود، لوط اور صالح کی قومیں جو ایک اللہ پر ایمان نہیں لائیں اور بتوں کی پرستش کرتی ہوئی دنیا سے رخصت ہوگئیں؟''

اس سوال سے فرعون کا مقصد یہ تھا کہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں، جو توحید کی قائل نہیں تھیں، اس کے باوجود وہ زندہ رہیں، اور ان پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا، اگر توحید کے انکار سے انسان عذابِ الٰہی کا مستحق ہوجاتا ہے، تو ان قوموں پر عذاب کیوں نہیں آیا؟

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ:

ان تمام قوموں کے اعمال کا اللہ کو پورا علم ہے، ان کا ہر قول وعمل ان کے نامہ ہائے اعمال میں محفوظ ہے، اور وہ قیامت کے دن انہیں ان کا بدلہ چکائے گا، میرے رب کا دائرہ علم سے کوئی ادنی چیز بھی خارج نہیں ہے، اور نہ ہی اس پر نسیان طاری ہوتا ہے، میرا رب ان دونوں عیوب اور دیگر تمام نقائص سے یکسر پاک ہے"

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَى ،قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى (سورة طٰهٰ، رقم الآيات ٥١، ٥٢)

یعنی" فرعون بولا اور پہلے جو نسلیں گزر چکی ہیں ان کا کیا ماجرا ہوا؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ان لوگوں کا علم میرے رب کے پاس دفتر (اعمال) میں (محفوظ) ہے، میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے"۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر ہر شخص کا اور اس کے کیے ہوئے کاموں کا پورا پورا حال معلوم ہے، وہ اپنی حکمت ہی سے فیصلہ فرماتا ہے کہ حق کا انکار کرنے والوں میں سے کس کو اسی دنیا میں سزا دینی ہے، اور کس کی سزا آخرت تک موخر کرنی ہے، اگر کسی کافر قوم کو دنیا میں کسی عذاب کا سامنا نہیں ہوا، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معاذ اللہ کوئی بھول چوک ہوگئی ہے، بلکہ یہ اس کی حکمت کا فیصلہ ہے کہ اس کو دنیا کے بجائے آخرت میں عذاب دیا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب نہایت بلیغ اور حکیمانہ تھا، فرعون کا یہ سوال دراصل اس کی سازشی ذہنیت کا ایک اوچھا وار تھا کہ پچھلی قومیں جو اِن موجودہ لوگوں کے آباء واجداد تھیں، حضرت موسیٰ ان پر کفر وضلالت کا حکم لگادیں گے، اس طرح لوگ مشتعل ہوکر حضرت موسیٰ کے مقابلے میں

آجائیں گے، اس طرح گویا سانپ بھی مرجائے گا، لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی، یا آج کے طاغوت وسامراج کی پالیسی "لڑاؤ اور حکومت واستحصال کرو" پوری ہوجائے گی، گویا برٹش سامراج سے آج تک طاغوت کی یہ پالیسی بھی فرعونی طرزِ حکمرانی ہے، لیکن حضرت موسیٰ کی پیغمبرانہ بصیرت اس سازش کو بھی ناکام کرگئی۔ [1]

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے جواب ایسا حکیمانہ دیا، جومبنی برحقیقت بھی تھا اور کسی کے تعصّبانہ جذبات کو ٹھیس بھی نہ پہنچی تھی، آپ نے واضح الفاظ میں جواب دیا کہ جولوگ گزر چکے ہیں ان کے حالات جاننے کی ہمیں ضرورت نہیں، وہ جانیں اور ان کا رب جانے، ہمیں صرف اپنی فکر کرنا چاہئے کہ ہم کون سا طرزِ زندگی اختیار کرتے ہیں اور ہمارا انجام کیسا ہوگا۔

---

[1] قال يعنى فرعون فما بال القرون الأولى أى فما حال القرون الماضية والأمم الخالية مثل قوم نوح وعاد وثمود فإنها كانت تعبد الأوثان وتنكر البعث، وإنما قال فرعون ذلك لموسى حين خوفهم مصارع الأمم الخالية فحينئذ قال فرعون فما بال القرون الأولى قال يعنى موسى علمها عند ربى أى أعمالهم محفوظة عند الله يجازى بها(تفسير الخان، ج٣ص٢٠٦، سورة طٰهٰ)

**طب وصحت** (قُسط یا کُٹھ: قسط9) حکیم مفتی محمد ناصر

# ذاتِ جَنب (یعنی سینہ وپسلیوں) کے لئے ''قسط'' کے فوائد

احادیث میں ''قُسط'' یعنی ''کُٹھ'' کا حلق اور سینہ کے امراض میں مفید ہونا خاص طور پر بیان ہوا ہے۔

گزشتہ مضمون میں حلق کے امراض کی مختصر تشریح کے بعد اب ذیل میں سینہ کے مخصوص امراض کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔

''ذَاتُ الْجَنْبُ'' عربی زبان کا لفظ ہے، جدید عربی میں اس تکلیف کو ''اِلْتِهَابُ الْجَنْبَة'' بھی کہا جاتا ہے، اور انگریزی میں اسے ''Pleuritis'' کہا جاتا ہے۔

اطباء کے نزدیک ذاتِ جنب کی بیماری پسلیوں کے اندر کی جھلیوں (یعنی پسلیوں کے اندر کے پردوں، حجاب، یا غشاء) جو سانس لینے کے اعضاء، غذا کے اعضاء اور پھیپھڑوں کے درمیان فاصلہ کرتی ہیں، اُن جھلیوں میں وَرم یا زخم وغیرہ کا پیدا ہونا ہے، اس جھلی میں ورم یا زخم کی وجہ سے ذاتِ جنب کی بیماری پیدا ہوتی ہے، یہ وَرم یا زخم دائیں پسلیوں کی طرف بھی ہوسکتا ہے، اور بائیں پسلیوں کی طرف بھی ہوسکتا ہے، اور دائیں اور بائیں دونوں طرف بھی ہوسکتا ہے (ملاحظہ ہو: طبِ اکبر، از حکیم محمد اکبر ارزانی، مترجم ڈاکٹر اے آر قریشی، صفحہ ۲۹۸، پہلا مقالہ ذات الجنب خالص کا بیان، ناشران: شیخ غلام حسین اینڈ سنز، لاہور) [1]

---

[1] ''ذاتِ جنب'' کے لغوی معنیٰ پہلو والا ہونا ہیں، پہلو سے مراد سینہ یا پسلیاں ہیں، اس اعتبار سے طبی اصطلاح میں ''ذاتِ جنب'' سے پہلو یعنی سینہ اور پسلیوں کی تکلیف مراد لی جاتی ہے۔

البتہ بعض محدثین نے ذاتِ جنب کے لفظ کی رعایت کرتے ہوئے پسلیوں کی تکلیف میں پسلیوں کی ہر طرح کی بیماری کو ذاتِ جنب قرار دیا ہے، چاہے پسلی کے درد کی شکل میں بیماری ہو، یا پسلی کے وَرم یا زخم کی شکل میں بیماری ہو، یا پسلی میں دردسردی کی وجہ سے نمونیا کی صورت میں ہو، یا پھیپھڑوں میں وَرم یا زخم ہو، یا سانس لینے میں کسی اور طرح کی تکلیف ہو، اسی طرح بعض اہلِ علم نے کوکھ کے درد (یعنی وجع الخاصرہ) کو بھی ذاتِ جنب میں شمار کیا ہے، کوکھ کا اطلاق پسلیوں سے سُرین تک کے حصہ پر ہوتا ہے، کوکھ کے درد کو کمر، یا پسلی کا درد بھی سمجھا جاتا ہے، گزشتہ قسطوں میں احادیث میں گزرا ہے کہ کوکھ کا درد، گردے کی رگ کا درد ہے، غرضیکہ حدیث میں بیان کردہ ذاتِ جنب کے لفظ کا بعض اہلِ علم نے صرف پسلیوں کی تکلیف پر اطلاق کیا ہے، جبکہ دوسرے بعض اہلِ علم نے پسلی، سینہ اور کوکھ کی تکلیفوں پر بھی ذاتِ جنب کا اطلاق کیا ہے (فتح الباری لابن حجر، ج۱۰، ص۱۷۲، قولہ باب ذات الجنب)

# ذاتِ جنب کی قسمیں

اطباء نے ذاتِ جنب کی دو قسمیں بیان کی ہیں، ایک اصلی ذاتِ جنب، اسے حقیقی ذاتِ جنب بھی کہا جاتا ہے، اور دوسرا غیر اصلی ذاتِ جنب، اسے غیر حقیقی یا ذاتِ جنب مغالطہ بھی کہا جاتا ہے۔

اصلی ذاتِ جنب، پسلیوں کی جھلیوں میں اندر کی طرف سے پیدا ہونے والے ورَم، سوزش یا زخم کا نام ہے۔ [1]

جبکہ غیر اصلی ذاتِ جنب، پسلیوں کی جھلیوں میں باہر کی طرف سے پیدا ہونے والے ورَم، سوزش یا زخم کا نام ہے۔ [2]

ذاتِ جنب اصلی ہو یا غیر اصلی، دونوں میں سینہ میں دائیں طرف یا بائیں طرف یا دونوں طرف درد ہوتا ہے، اور خاص طور پر سانس لیتے ہوئے یا کھانستے ہوئے، یا چھینک یا جمائی آنے کے وقت یا ہنستے ہوئے تکلیف ہوتی ہے، پھر کبھی تو یہ تکلیف اور درد سینہ میں کسی ایک جگہ ہوتا ہے، اور کبھی یہ تکلیف اور درد سینہ میں پھیلتے ہوئے کاندھے، بازو اور پیٹھ تک بھی محسوس ہوتا ہے، اور کبھی یہ تکلیف اور درد کسی خاص وقت یا خاص حرکت کے بجائے ہلکا ہلکا ہر وقت جاری رہتا ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: التهاب - الجنبة https://ar.wikipedia.org/wiki/)

اصلی یا غیر اصلی ذاتِ جنب کو علامات سے پہچانا جاتا ہے، چنانچہ اطباء نے اصلی ذاتِ جنب کی پانچ علامات بیان کی ہیں، ایک بخار، دوسرا کھانسی، تیسرا پسلیوں اور بغلوں کے قریب چُبھن کا ہونا، چوتھا

---

[1] بعض اطباء نے اصلی اور حقیقی ذاتِ جنب کی بھی انسانی مزاج کے اعتبار سے چار قسمیں کی ہیں، چنانچہ دموی ذاتِ جنب، صفراوی ذاتِ جنب، سوداوی ذاتِ جنب اور اعصابی ذاتِ جنب، اور انہی مزاجوں کے اعتبار سے ذاتِ جنب کی چاروں قسموں کی علامات اور اُن کا علاج بیان کیا ہے (ملاحظہ ہو: طبِ اکبر، از حکیم محمد اکبر ارزانی، مترجم ڈاکٹر اے آر قریشی، صفحہ ۲۹۸، تا صفحہ ۳۰۱، پہلا مقالہ ذات الجنب خالص کا بیان، ناشران: شیخ غلام حسین اینڈ سنز، لاہور)

[2] مسیحُ الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب فرماتے ہیں:

بعض اوقات پسلیوں کے عضلات کی جھلی میں ورَم ہو جاتا ہے، اگر یہ ورم پسلیوں کی اندرونی جھلی کی طرف ہو، تو یہ حقیقی اور اصلی ذاتِ جنب کا مرض ہے، اور اگر یہ ورَم پسلیوں کی بیرونی جھلی کی طرف ہو، تو یہ غیر حقیقی اور عارضی ذاتِ جنب کا مرض ہے (حاذق، صفحہ 225، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ، کمپنی، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

سانس لینے میں تنگی اور دُشواری کا پیش آنا، اور پانچواں نبض کا منشاری (یعنی بلندی اور پستی اور سختی ونرمی میں چلنے والی نبض) کا ہونا۔

چنانچہ علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ذاتِ جنب حقیقی کی پانچ علامات ہیں: ایک بخار، دوسرا کھانسی، تیسرا پسلیوں اور بغلوں کے قریب چُبھن کا ہونا، سانس لینے میں تنگی اور دُشواری کا پیش آنا، اور نبض منشاری کا ہونا۔ حدیث میں مذکور (ذاتِ جنب کا قُسط کے ذریعہ) علاج اس (حقیقی ذاتِ جنب) کا نہیں ہے، بلکہ دُوسری قسم (یعنی غیر حقیقی ذاتِ جنب) کا ہے، جو غلیظ ریح (یعنی گیس) سے پیدا ہوتا ہے، کیونکہ قسطِ بحری جسے دوسری احادیث میں عودِ ہندی کہا گیا ہے، قسط ہی کی ایک قسم ہے، اگر اسے باریک پیس لیا جائے، اور گرم زیتون میں حل کر لیا جائے، اور جہاں ریاح (یعنی گیس) جمی ہو، وہاں اس کی مالش کی جائے، یا اس (آمیزے) کو چاٹ لیا جائے، تو یہ دواء اس (غیر حقیقی ذاتِ جنب) کے لئے فائدہ بخش ہے، اور ریاح کو تحلیل کر کے ورَم کو ختم کرتی ہے، اور (دوسرے) باطنی اعضاء کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے، سُدوں کو کھولتی ہے، اور عودِ ہندی کا فائدہ بھی ایسا ہی (قُسطِ بحری والا) ہے (الطب النبوی لابن القیم، فصل فی ہدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علاج ذات الجنب)

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ذاتِ جنب کا مرض ایک اصلی اور حقیقی ہوتا ہے، اور دوسرا غیر حقیقی اور عارضی ہوتا ہے۔ حقیقی اور اصلی ذاتِ جنب کے مرض کی علامات یہ ہیں: بخار، کھانسی، پسلیوں اور بغلوں کے قریب چُبھن ہونا اور سانس لینے میں تنگی اور دُشواری کا پیش آنا ہے۔

جبکہ ذاتِ جنب کی دوسری قسم عارضی اور غیر حقیقی ذاتِ جنب ہے، جو ریاح (یعنی گیس) سے پیدا ہوتی ہے (والتفصیل فی الطب النبوی لابن القیم، فصل فی ہدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علاج ذات الجنب)

## ذاتِ جنب کے اسباب

عام طور پر گرمی کی وجہ سے ہونے والے نزلہ کے مواد کا پھیپھڑے پر گرنے اور پھیپھڑے میں خراش

پیدا ہوکر زخم ہوجانے یا نمونیا کا باقاعدہ علاج نہ ہونے اور نزلہ وغیرہ کا مواد رُک جانے سے پھیپھڑے میں زخم ہوکر ذاتِ جنب کا مرض لاحق ہوجاتا ہے، بعض اوقات پرانی کھانسی میں علاج کی بے ترتیبی سے بھی یہ مرض ہوجاتا ہے، کیونکہ عرصہ تک کھانسی رہنے سے پھیپھڑے کمزور ہوجاتے ہیں۔

مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب ذاتِ جنب یعنی پسلی کے درد یا پسلی کے ورم کے اسباب بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

اگر چہ اس مرض کا مادہ اکثر صفراء خالص یا ایسا خون ہوتا ہے، جس میں صفراء ملا ہوا ہو، لیکن شاذ و نادر بلغم شور سے بھی پیدا ہوجاتا ہے، خون، سوداء، بلغم یا کسی خلط سے بھی پیدا ہو، اس میں صفراء کی آمیزش ضروری ہوتی ہے، لیکن غیر خالص جس میں صرف پسلیوں کے باہر والی جھلی ہی متورم ہوتی ہے، صرف خون سے (اس مرض کا مادہ) پیدا ہوجاتا ہے (یعنی غیر خالص ذاتِ جنب میں مرض کا مادہ اخلاطِ اربعہ میں سے صرف خلطِ خون کی خرابی سے بھی پیدا ہوجاتا ہے، از ناقل)

اگر چہ یہ مرض ہر عمر میں پیدا ہوسکتا ہے، لیکن عورتوں کی نسبت مردوں کو اور بچوں اور بوڑھوں کی نسبت جوان آدمیوں کو زیادہ ہوتا ہے، شرابی اور کمزور اشخاص جن کے پھیپھڑے ضعیف ہوتے ہیں یا وہ غریب لوگ جنہیں کافی غذا نہیں مل سکتی، اس مرض میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں، جس شخص کو ایک بار ہوجائے، پھر دوبارہ سہ بارہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، سرد اور مرطوب مقامات میں سردی اور بہار کے موسم میں مکان کی کثافت اور لباس کے میلے کچیلے رکھنے سے بھی ہوجاتا ہے، یہ بھی ایک متعدی مرض ہے، جس کی چھوت عموماً تنفس کے ذریعہ تندرست اشخاص کو لگ جاتی ہے، کبھی یہ مرض وباء کے طور پر پھیل جاتا ہے، خصوصاً خریف (یعنی خزاں کے موسم) کے اخیر اور ربیع (یعنی موسمِ بہار) کے شروع میں دن کو گرمی اور جبکہ رات کو سردی ہوتی ہے، یہ مرض کثرت سے ہوا کرتا ہے، اور بعض امراض کے دوران میں خصوصاً امراضِ قلب، شدید

سوزش گردہ اور ذیابیطس، خسرہ، زکام وبائی انفلوئنزا، سلِ، پرانی کھانسی وغیرہ میں بطور عرض (وعلامت) کے واقع ہوا کرتا ہے (حاذق،صفحہ 225،مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ، کمپنی، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

## ذاتِ جنب کی علامات اور پرہیز

مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب ذاتِ جنب یعنی پسلی کے درد یا پسلی کے ورم کی علامات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

مریض کو بخار ہوتا ہے، اور پسلیوں کے نیچے چبھن محسوس ہوتی ہے، کھانسی بار بار اُٹھتی ہے، سانس تنگی اور مشکل سے آتا ہے، منہ خشک ہوتا ہے، اور پیاس لگتی ہے، چہرہ پر قدرے سرخی ہوتی ہے، اور اجزاءِ نبض میں سختی اور نرمی یعنی منشاریت پائی جاتی ہے......۔

علاج: مریض کو سردی سے محفوظ جگہ بالکل آرام سے بستر پر لٹائے رکھیں، اور اُٹھنے بیٹھنے کی اجازت نہ دیں، نہ بلاضرورت بار بار گفتگو کرنے دیں، بتی لیمپ یا کسی قسم کا دھواں مریض کے قریب نہ ہونے دیں، مریض کو ہوا کے جھونکوں سے بچائیں، اگر زیادہ سردی ہو تو انگیٹھی روشن کردیں (حاذق،صفحہ 226،مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ، کمپنی، ایم اے جناح روڈ، کراچی) [1]

پرہیز: پیاس کی حالت میں پانی ہرگز نہ دیں، اور اس کی بجائے صرف عرق گاؤزبان نیم گرم کرکے حلق تر کرنے کے واسطے دو چار گھونٹ وقتاً فوقتاً دیں، دھوئیں اور دھوپ میں

[1] اور جناب اقبال احمد قریشی صاحب ذاتِ جنب کی ایک قسم جو پسلی کے درد یعنی نمونیہ کی صورت میں ہو، کی علامات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

پسلیوں کے نیچے جھلی کے اندرونی طرف ورم ہوجاتا ہے، بعض اوقات پھیپھڑے کی اوپر والی جھلی میں بھی ورم ہوجاتا ہے، شدید بخار ہروقت رہتا ہے، سانس لینے میں دشواری پیش آتی ہے، سینے کے اگلے حصہ میں بوجھ اور درد محسوس ہوتا ہے، آنکھیں سرخ منہ اور رخسار بھی سرخ نظر آتے ہیں، زبان خشک اور اس پر غلیظ (چیپ دار) رطوبت پائی جاتی ہے، کھانسی ہوتی ہے، اور شدت کی پیاس محسوس ہوتی ہے، پسلیوں کے نیچے چبھن محسوس ہوتی ہے (کتاب الصحت،صفحہ 199،وصفحہ 200،مصنفہ: اقبال احمد قریشی،قریشی فاؤنڈیشن)

www.idaraghufran.org

بیٹھنے سے افیون، بھنگ، چرس اور دیگر مخدرات (ونشہ آور) کے استعمال سے اور قابض چیزوں کے کھانے پینے سے پرہیز رکھیں، لہسن، پیاز، شلغم، مچھلی، بھنڈی، آلو، اروی، ماش کی دال وغیرہ نہ دیں۔

غذا: حالتِ مرض میں غذا صرف مرغ کا شوربہ، یا بکری کا شوربہ دیں، یا آشِ جو میں اصل السوس 5ماشہ سپستاں 9دانہ، جوش کرکے روغنِ بادام 6ماشہ شامل کرکے دیں، تخفیفِ مرض کے بعد یخنی یا شوربہ اور چپاتی وغیرہ دیں۔ [1]

نوٹ: ہر ورم کا نتیجہ 3حال سے خالی نہیں ہوتا، یا تو تحلیل ہو جاتا ہے، یا ورم کا مقام سخت ہو کر رہ جاتا ہے، پس ان مقامات کے ورم کے تحلیل ہونے کی پہچان یہ ہے کہ روز بروز علامات میں کمی اور تخفیف ہوتی جاتی ہے، اور جب ورم بالکل پک جاتا ہے، تو بخار اور درد ساکن ہو جاتا ہے، مگر مقامِ ورم بوجھل ہو جاتا ہے، اور جس دن ورم کا مقام منفجر ہوتا یعنی پھوٹتا ہے، تو پھر لرزہ دے کر شدت سے بخار چڑھتا ہے، اور ورم کے ٹھہرنے یا سخت ہونے کی علامت یہ ہے کہ اکثر اعراض (وعلامات) میں خفت پیدا ہو جاتی ہے، مگر خشک کھانسی اور سانس کی تنگی بڑھ جاتی ہے، اور ورم کا مقام بوجھل ہو جاتا ہے، جس وقت ورم پک کر پھوٹ جائے، تو ماء العسل (یعنی شہد کا پانی) یا ماء الشعیر (یعنی جَو کا پانی) پلانا چاہیے، تاکہ زخم صاف ہو جائے، اگر یہ ورم پک کر پھوٹ جائے، اور خفت حاصل نہ ہو تو مریض قریبُ الوقت ہوتا ہے، نمونیا کے مریض کے پاؤں پر ورم ہو جانا اچھی علامت ہے، اور اسہال کا ہونا خراب علامت ہے، چونکہ ذات الجنب اپنے اعراض اور نتائج کے لحاظ سے ایک نہایت مہلک مرض ہے، اس لئے علاج کے وقت کسی ہوشیار طبیب سے مشورہ لے کر عمل کریں، اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اول تو اس سے ہی

---

[1] آشِ جو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اچھی قسم کے موٹے جَو لے کر پانی میں پانچ چھ گھنٹے بھگو کر رکھیں، جب وہ پھول جائیں، تو ان کو اوکھلی میں کوٹ کر ان کا چھلکا اُتاریں، اور خشک کرکے رکھ لیں، جب ضرورت ہو، تو بقدرِ ضرورت جَو لے کر ایک کلو پانی میں ہلکی آنچ پر پکائیں، یہاں تک کہ پانی ایک پاؤ رہ جائے، اب اس پانی کو چھان لیں، اور اس میں تھوڑی چینی ملا کر ٹھنڈا کرکے پلائیں، اس کو مزے دار بنانے کے لئے اس میں تھوڑا لیموں کا رَس ڈال سکتے ہیں، مٹھاس کے بدلے ہلکا نمک اور پسی ہوئی کالی مرچ بھی اس میں ڈالی جاسکتی ہیں (دیہاتی معالج، حصہ دوم، صفحہ 530، مصنفہ: حکیم محمد سعید، مطبوعہ: فضلی سنز، کراچی)

مریض کی جانبری دُشوار ہوتی ہے، اگر بچ بھی جائے، تو بعد میں دیگر امراض میں سِل وغیرہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے (حاذق، صفحہ 229، وصفحہ 230، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ، کمپنی، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

## ذاتِ جنب سے پھیپڑوں کی ٹی بی کا ہونا

اطباء نے اصلی اور حقیقی ذاتِ جنب کے مرض کو خطرناک اور تکلیف دہ مرض قرار دیا ہے، جو بعض اوقات جان لیوا بھی ثابت ہوجاتا ہے۔

چنانچہ اگر ذاتِ جنب یعنی پسلیوں میں درد وچُبھن کے ساتھ ہونے والے بخار، کھانسی، اور سانس لینے میں تنگی کے مرض کا بروقت اور صحیح علاج نہ کیا جائے، تو یہ مرض دوسرے خطرناک امراض میں بھی تبدیل ہوسکتا ہے، جن میں پھیپھڑوں کی ''سِل ودِق'' یعنی پھیپھڑوں کی ''ٹی بی'' یا ''پلمونری ٹیوبرکلوسس'' (Pulmonary Tuber Culosis) کا مرض سرِفہرست ہے، ذاتِ جنب میں پھیپھڑوں کے جلدی متأثر ہونے کی وجہ، ان کا پسلیوں کے اندر اور پسلیوں کے انتہائی قریب واقع ہونا بھی ہے، پھیپھڑوں کی ''سِل ودِق'' یعنی پھیپھڑوں کی ''ٹی بی'' یا ''پلمونری ٹیوبرکلوسس'' میں بعض اوقات پھیپھڑوں میں زخم ہوجاتے ہیں، اور بعض اوقات منہ سے بھی خون آنے لگتا ہے، مریض کا جسم عام طور پر دُبلا ہوجاتا ہے، اور سانس لینے میں تنگی اور تکلیف کا سامنا ہوتا ہے (حاذق، صفحہ 185، مصنفہ: مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ، کمپنی، ایم اے جناح روڈ، کراچی، وفیروز اللغات، صفحہ 631، ودیہاتی معالج، صفحہ ۳۵۶، وفیروز اللغات، صفحہ 805)

اسی وجہ سے بعض محدثین نے بھی ذاتِ جنب کے مرض کو ''سِل ودِق'' یعنی ٹی بی کا مرض قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

ذَاتُ الْجَنْبِ: يَعْنِي السِّلَّ (ترمذی، رقم الحدیث ۲۰۷۹)

ترجمہ: ذاتُ الجنب (کی بیماری) سے مراد سِل ہے (ترمذی)

''سِل'' یا ''سُل'' ایک مرض اور بیماری کا نام ہے، اس بیماری کو ''دِق'' کی بیماری بھی کہا جاتا ہے، ''سِل'' اور ''دِق'' دونوں عربی زبان کے لفظ ہیں، اور ان دونوں کے معنیٰ لاغری، دُبلے پن، پتلے اور کمزور ہونے کے ہیں۔

حکیم محمد سعید صاحب فرماتے ہیں:

یہ (یعنی سِل ودِق یاٹی بی) ایک خطرناک مرض ہے، اس میں خاص قسم کے جراثیم جسم کے مختلف اعضاء میں پہنچ کر اس مرض کا سبب بنتے ہیں، بدن کے جس عضو میں جس جگہ یہ جراثیم پہنچ جاتے ہیں، اس میں خاص قسم کی گانٹھیں پیدا ہوجاتی ہیں، یہ گانٹھیں پہلے پہل باجرے کے دانوں کے برابر ہوتی ہیں، کبھی کبھی بہت سی گانٹھوں کے مل جانے سے ایک بڑی گانٹھ بیر یا اَخروٹ کے برابر ہوجاتی ہے، کچھ دنو کے بعد یہ گانٹھیں پک جاتی ہیں، ان میں پیپ پڑ جاتی ہے، اور زخم بن جاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ مریض کو ہلکا ہلکا بخار بھی رہنے لگتا ہے (دیہاتی معالج، صفحہ۳۵۲، سِل ودِق، مطبوعہ: فضلی سنز، کراچی)

اگرچہ اس مرض کا خاص سبب یہی جراثیم ہیں، لیکن جب تک انسان کی طبیعت یا قوتِ مدافعت (رزسٹینس پاور) طاقت ور رہتی ہے، اس وقت تک انسان بیمار نہیں ہوسکتا، یہ طاقت ان جراثیم کو نیست ونابود کرتی رہتی ہے، لیکن جب بعض اسباب کی وجہ سے طبیعت یا قوتِ مدافعت کم زور پڑ جاتی ہے، تو جسم میں ان جراثیم کو قبول کرنے اور اس مرض کے پیدا ہونے کی استعداد بڑھ جاتی ہے (دیہاتی معالج، صفحہ۳۵۳، سِل ودِق، مطبوعہ: فضلی سنز، کراچی)

سِل ودِق کے جراثیم مختلف اعضاء میں پہنچ کر اس مرض کو پیدا کرتے ہیں، اس طرح اس کی کئی قسمیں ہیں، چنانچہ جب یہ جراثیم پھیپھڑوں میں پہنچ کر ان کو یہ مرض لگادیتے ہیں، تو اس کو ''پھیپھڑوں کی دِق'' (یعنی پھیپھڑوں کی ٹی بی) کہتے ہیں، اور جب یہ جراثیم آنتوں میں پہنچ کر ان کو بیمار کردیتے ہیں، تو اس کا نام ''آنتوں کی دِق'' (یعنی آنتوں کی ٹی بی) کہتے ہیں، اور جب یہ جراثیم گردن اور سینے کی گِلٹیوں میں پہنچ کر اُن کو مرض میں

مبتلا کردیتے ہیں،تو اس کو''گلٹیوں کی دِق''(یعنی گلٹیوں کی ٹی بی) کہتے ہیں،اسی طرح جس عضو میں بھی یہ جراثیم اپنا عمل دَخل کرتے ہیں، اُسی عضو سے نسبت دے کر اس مرض کا نام رکھ دیا جاتا ہے(دیہاتی معالج،صفحہ۳۵۵،سِل ودِق کی قسمیں،مطبوعہ:فضلی سنز)

خلاصہ یہ کہ ذات الجنب ایک خطرناک مرض ہے،اور احادیث میں قسط یا کُٹھ کو ذاتِ جنب کی شفاء قرار دیا گیا ہے،اور اطباء نے بھی قُسط کو ایسا ہی پایا ہے۔

چنانچہ حکیم شہباز حسین اعوان کمالی صاحب فرماتے ہیں:

قسطِ شیریں، دماغ کے لئے مقوی ہے، دماغی کمزوری، پٹھوں کی کمزوری،نزلہ زکام، کھانسی وغیرہ کے لئے بہترین دواء ہے۔

پھیپھڑوں کے لئے لاجواب دوا ہے،سانس کی تنگی،ٹی بی،الرجی وغیرہ پھیپھڑوں کی ہر بیماری حتیٰ کہ پھیپھڑوں کے کینسر تک کے لئے لاجواب دوا ہے،پھیپھڑوں سے بلغم نکال کر پھیپھڑوں کو صاف کردیتی ہے،پھیپھڑوں کی ہر مرض کے لئے قسطِ شیریں مناسب بدرقہ(یعنی مناسب مرکبات) سے طبیب استعمال کرسکتے ہیں،دل کو طاقت دیتی ہے، دل کے پٹھوں اور عضلات کو طاقت فراہم کرتی ہے،جس سے ناکارہ ہوتے ہوئے دل کو بھی نئی زندگی مل جاتی ہے،اور اس کے کوئی مضر اثرات بھی نہیں ہیں۔

میں نے دل کے مریضوں کو سالہا سال تک قسطِ شیریں صبح نہار منہ 1 چمچ استعمال کرتے دیکھا ہے،جس سے وہ ہشاش بشاش زندگی گزارتے رہے ہیں(حجامہ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم،صفحہ 71وصفحہ 72،قسطِ شیریں کے فوائد،مطبوعہ:ادارہ مطبوعاتِ سلیمانی،لاہور)

معلوم ہوا کہ ذاتِ جنب کے مذکورہ مرض میں قُسط یا کُٹھ کا مناسب تدابیر کے ساتھ استعمال کرنا یقیناً فائدہ مند ہے۔

---

ادارہ غفران میں قمری مہینوں کی 17،19،اور 21 تاریخوں میں حجامہ کیا جاتا ہے۔
حجامہ کے لئے تشریف لانے والے حضرات مندرجہ ذیل فون نمبر پر وقت لے کر تشریف لائیں۔
حکیم مفتی محمد ناصر صاحب: 051-5507270 0333-5365830

**اخبارِ ادارہ** مفتی محمد ناصر

# ادارہ کے شب وروز

□...... 17/ 24 محرم اور 2/ و9 صفر 1440 ہجری بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 12/ 19/ 26 محرم اور 4/ و11 صفر 1440 ہجری بروز اتوار، مدیر مفتی صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 13/ 20/ 27 محرم اور 5/ صفر بروز پیر، بعد ظہر، ادارہ میں حکیم قاری محمد اقبال صاحب کا طبی مذاکرہ کا سلسلہ جاری رہا، جس کے بعد حکیم صاحب موصوف نے آنے والے مریضوں کا طبی معائنہ بھی کیا۔

□...... 14/ محرم، بروز منگل ادارہ کے بعض داخلی (تعلیمی وانتظامی) اُمور سے متعلق اراکینِ ادارہ میں باہم مشاورت ہوئی، اور 25/ محرم بروز ہفتہ سے ادارہ کے شعبہ تعلیمات میں سہ ماہی امتحانات کا آغاز ہونا طے پایا۔

□...... 15/ محرم، بروز بدھ حضرت مدیر صاحب کی معیت میں بعض اراکینِ ادارہ کا جوڑیاں کے علاقہ میں جانا ہوا۔

□...... 17/ 19/ اور 21 محرم، بروز پیر، بدھ اور جمعہ، ادارہ میں بعض مریضوں کا حجامہ کیا گیا۔

□...... 22/ محرم بروز بدھ دن دس تا بارہ بجے دارالافتاء میں ادارہ غفران کی ''المجلسُ الفقهي'' کی ماہانہ نشست منعقد ہوئی، رفقائے دارالافتاء شریکِ مجلس تھے، علمی وتحقیقی رسائل کی چھ جلدیں شائع ہونے کے بعد باقی جلدوں کے بعض رسائل پر گفتگو ہوئی، مفتی محمد رضوان صاحب نے اپنی تازہ تحقیق ''کعبہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اُٹھا کر دعاء کرنا'' کے موضوع پر روشنی ڈالی، واضح رہے کہ علمی وتحقیقی رسائل کی چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں، جبکہ بعد کی متعدد جلدوں کی تالیف وطباعت کا کام بحمداللہ جاری ہے۔

□...... 25/ محرم بروز ہفتہ سے شعبہ تعلیمات میں طلبۂ کتب کے امتحانات کا آغاز ہوا، 26/ محرم بروز اتوار، شعبہ ناظرہ بنین/ بنات میں امتحان ہوا، جبکہ 29/ محرم بروز بدھ شعبہ حفظ کا امتحان ہوا، اور یکم صفر بروز جمعرات شعبہ تعلیمات میں تعطیل رہی۔

□...... 28/ محرم بروز منگل، جناب بابر صاحب کے بھائی (کزن: جناب خورشید خان صاحب) کے دعوتِ ولیمہ میں بعض اراکینِ ادارہ نے حضرت مدیر صاحب کی معیت میں عشائیہ میں شرکت کی۔

Idara Ghufran

□......2/صفر بروز جمعہ، بعد نمازِ جمعہ جناب پروفیسر قاری محمد طاہر صاحب زیدفضلہٗ (سربراہ: شعبہ علوم اسلامیہ رفاہ یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس) دارالافتاء میں تشریف لائے، مدیرصاحب کے ساتھ علمی گفتگو ہوئی۔

□......4/صفر بروز اتوار، بعد ظہر طالبِ علم محمد عشرت (بن مفتی امجد صاحب) کی تکمیلِ حفظ کے موقع پر حضرت مدیرصاحب نے مختصر بیان فرمایا، جس کے بعد مفتی امجد صاحب کی طرف سے اساتذہ کے لئے ضیافت کا انتظام کیا گیا، اور بعد نمازِ مغرب یومِ والدین کی تقریب منعقد ہوئی، جس میں مفتی امجد صاحب کا بیان ہوا، اسی دن بعد نمازِ عشاء حضرت مدیرصاحب نے جناب عبدالباسط صاحب کا اسلام آباد میں ایک مقام پر نکاحِ مسنون پڑھایا۔

□......8/صفر بروز جمعرات، بعد نمازِ ظہر، مولانا عبدالمتین صاحب (لکی مروت) دارالافتاء تشریف لائے۔

□......11/محرم (22/ستمبر) بروز ہفتہ تعمیرِ پاکستان سکول میں فرسٹ مڈٹرم کے امتحانات کا نتیجہ طلبہ کو فراہم کیا گیا، اور 13/محرم (24/ستمبر) سے فائنل ٹرم کا بحمداللہ تعالیٰ آغاز ہوگیا۔

Awami Poultry

Hole sale center

پروپرائیٹر: پرویز اعوان

عوامی پولٹری ہول سیل سینٹر

ہمارے ہاں مرغی کا مکمل سپیئر پارٹس دستیاب ہے، مثلاً گردن، پوٹا کلیجی، وینگ، لیگ پیس اور بون لیس وغیرہ دستیاب ہیں

تھوک و پرچون ہول سیل ڈیلر

نیز شادی بیاہ میں مال منڈی ریٹ پر دستیاب ہے

مین روڈ، رتہ امرال، راولپنڈی 0336-5478516 0321-5055398

## اخبارِ عالم — مولانا غلام بلال

### دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

21/ستمبر/2018ء/10/محرم الحرام/1440ھ: پاکستان: سعودی عرب پاکستان کو10ارب ڈالر دینے پر رضامند، سی پیک میں سرمایہ کاری پر خرچ ہوں گے 22/ستمبر: پاکستان: تعطیلاتِ اخبار 23/ستمبر: بھارت: فرانس سے طیارے خریدنے میں مودی کی مبینہ کرپشن، اپوزیشن نے استعفے کا مطالبہ کردیا 24/ستمبر: پاکستان: نیب نے 11ماہ میں 2ارب 41 کروڑ ریکور کئے 25/ستمبر: پاکستان: مشترکہ مفادات کونسل اجلاس، بجلی منافع کی تقسیم پر صوبوں میں اتفاق 26/ستمبر: پاکستان: ٹرمپ، شاہ محمود ملاقات، تعلقات کے ازسرنو آغاز پر اتفاق، ملاقات نیویارک میں ایک تقریب کے دوران ہوئی 27/ستمبر: پاکستان: ایڈن ہاؤسنگ سوسائٹی سکینڈل، افتخار چوہدری کا داماد دبئی سے گرفتار، اربوں روپے کے فراڈ میں ملوث مرتضٰی امجد کو ایف آئی اے نے پکڑا، دیگر ملزمان میں افتخار چوہدری کا بیٹا، بیٹی اور سمدھی ڈاکٹر امجد شامل، اپریل میں بیرونِ ملک فرار ہوگئے تھے اسلامی نظریاتی کونسل، بیک وقت 3 طلاقیں دینے پر 6ماہ قید ایک لاکھ جرمانے کی تجویز 28/ستمبر: پاکستان: پاک روس 10ارب ڈالر گیس معاہدے پر دستخط، روس سمندر کے راستے پائپ لائن بچھائے گا، پاکستان 1ارب مکعب فٹ گیس یومیہ درآمد کرے گا 30/ستمبر: انڈونیشیا: 7.5شدت کے زلزلے کے بعد سونامی سے تباہی، 400افراد جاں بحق، سینکڑوں لاپتہ یکم/اکتوبر: پاکستان: مہنگائی میں اضافہ، اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں 25فیصد تک اضافہ وزیرِاعظم آزاد کشمیر کے ہیلی کوپٹر پر کنٹرول لائن کے قریب بھارتی چوکی سے فائرنگ، فضائی نقل و حرکت کی پیشگی اطلاع دی گئی تھی، پاکستان 2/اکتوبر: پاکستان: مذاکرات کا پہلا دور مکمل، پاکستان کی سعودیہ عرب کو90روز کے لیے ادھار تیل کی درخواست، سی پیک پاور سیکٹر میں سرمایہ کاری کی دعوت 3/اکتوبر: پاکستان: پنجاب میں گاڑیوں، موٹر سائیکل کے لائف ٹائم ٹوکن ٹیکس میں اضافے پر اتفاق 4/اکتوبر: پاکستان: نان فائیلرز کے جائیداد، گاڑی خریدنے پر دوبارہ پابندی، قومی اسمبلی میں فنانس بل منظور اسلام آباد ہائیکورٹ، قانونی سقم، اور غلطیوں پر فیصلہ برقرار نہیں رہ سکتا، نواز شریف سزا معطلی کا تفصیلی فیصلہ جاری 5/اکتوبر: پاکستان: 27ستمبر گیس 143فیصد تک مہنگی، نوٹیفکیشن جاری 6/اکتوبر: پاکستان: جعلی بینک اکاؤنٹس کیس، تفتیش کا

Idara Ghufran

دائرہ سندھ حکومت تک پھیل گیا،10سال کی تفصیلات طلب ☚ آشیانہ ہاؤسنگ اسکینڈل کیس،اپوزیشن لیڈر شہباز شریف کی گرفتاری،حوالات منتقل، چارج شیٹ تیار،ایک پائی کی کرپشن نہیں کی،مقدمہ سیاسی ہے،شہباز شریف،اپوزیشن ودیگر کی بھی مذمت ✍ 7/اکتوبر:پاکستان:پی آئی اے کا دو نئے طیارے فضائی بیڑے میں شامل کرنے کا فیصلہ ✍ 9/اکتوبر:پاکستان:1300 کلومیٹر تک مار کرنے والے غوری میزائل کا کامیاب تجربہ ☚ آئی ایم ایف،سے 7ارب ڈالر قرض کے لیے فوری مذاکرات کی منظوری،وزیرِ خزانہ دورہ انڈونیشیا میں باضابطہ درخواست دیں گے ✍ 10/اکتوبر:پاکستان:آئی ایم ایف کے پاس جانے کے حکومتی فیصلے نے خطرے کی گھنٹی بجادی،ڈالر 9سونا1700روپے مہنگا،پیٹرول کی قیمتوں میں بھی اضافہ کا امکان،مزید مہنگائی کا خدشہ،اوپن مارکیٹ میں ڈالر کی قیمت 136روپے سے متجاوز، سوشل میڈیا صارفین کی کڑی تنقید ✍ 12/اکتوبر:پاکستان:وفاقی کابینہ،10سال کے قرضوں کی تفصیلات طلب،اسمگل شدہ موبائل فون بند کرنے کا اعلان ☚ ایئر وائس مارشل چیئرمین پی آئی اے مقرر ☚ متنازعہ بیان،سپریم کورٹ جوڈیشل کونسل کی سفارش،جسٹس شوکت عزیز صدیقی عہدے سے برطرف ✍ 13/اکتوبر:پاکستان:واپڈا کا بھاشا،مہمند ڈیم کا ٹھیکہ مقامی کمپنیوں کو دینے کا فیصلہ ✍ 14/اکتوبر:سعودی عرب:حرمین ٹرین کا باقاعدہ آغاز،ایک ماہ تک کی پیشگی بکنگ ✍ 15/اکتوبر:پاکستان:ضمنی الیکشن،بڑا سیٹ اپ،تحریکِ انصاف کو اپنی 3نشستوں پر شکست،سعد رفیق اور شاہد خاقان عباسی بھی رکنِ قومی اسمبلی منتخب،ن لیگ نے لاہور میں کلین سویپ کیا ☚ حکومت نے پاکستانیوں کے سوئس اکاؤنٹس تک رسائی کے لیے جرمنی سے مدد مانگ لی ✍ 16/اکتوبر: پاکستان:ضمنی انتخاب،پارٹی پوزیشن جاری،تحریکِ انصاف کی 15ن لیگ کی 11 نشستیں ✍ 17/اکتوبر: بھارت کے تاریخی شہر الٰہ آباد کا نام تبدیل،اتر پردیش کے انتہا پسند وزیرِ اعلیٰ نے ’’پرایاگ راج‘‘ رکھنے کی منظوری دے دی ✍ 18/اکتوبر:پاکستان:کشمیر پر قبضے کے 72سال مکمل،یومِ سیاہ منانے کی تیاری،27اکتوبر کو پاکستان بھر میں سیمینارز،اور ریلیاں نکالی جائیں گی ✍ 19/اکتوبر:پاکستان:ایل این جی معاہدوں پر نظرِ ثانی کا فیصلہ،کراچی کی ترقی کے لیے ٹاسک فورس قائم،وفاقی کابینہ ✍ 20/اکتوبر:برطانیہ:کیمبرین پیٹرول مقابلے،پاک فوج کا مسلسل چوتھی بار گولڈ میڈل۔

Idara Ghufran

لذیذہ مرغ پلاؤ®

Laziza Murgh Pulao®

Murgh Pulao
Pulao Kabab

برانچ:

چوک آفندی کالونی،صادق آباد،راولپنڈی
051-8489611
0300-9877045

برانچ:النور پلازہ،نزد شیل پٹرول پمپ،مین اڈیالہ روڈ،راولپنڈی
051-8772884 0334-8082229

برانچ: جامع مسجد روڈ،پل شاہ نذر،راولپنڈی

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ (ترمذی)

ترجمہ:تم جس چیز سے(بیماریوں کی)دواءوعلاج کرتے ہو،اُس میں افضل چیز حجامہ ہے،یا یہ فرمایا کہ تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دواءحجامہ ہے(ترمذی،بخاری،مسلم)

سنت بھی علاج بھی

# الحجامہ کلینک

ان بیماریوں کا بہترین علاج

پچھنے لگوانے میں روحانی وجسمانی دونوں بیماریوں کی شفاء ہے

جسم کا درد | ڈپریشن | ہائی بلڈ پریشر | عرق النساء | بواسیر

موٹاپا | گھٹنیا | یرقان | دردِشقیقہ | بانجھ پن

ہارمونز کا مسئلہ | یورک ایسڈ | معدہ | شوگر | جوڑوں کا درد

جسم کا سُن ہوجانا | کولیسٹرول

اس کے علاوہ72بیماریوں کا علاج

علاج برائے خواتین

مسزعمران رشید (Cupping Therapist)

Diploma Holded of Cupping Therapy(Hijamah)

Executive Member : Hijamh Aps Fourm

مکان نمبرNE-786،ڈاک خانہ ٹیوب ویل والی گلی نمبر4،ڈھوک فرمان علی،راولپنڈی۔

فون نمبر: 0321-5349001-0331-5534900

علاج برائے مرد حضرات

شہریار صاحب

فیز8،بحریہ ٹاؤن،راولپنڈی فون 0313-9524191

زیرِانتظام

عمران رشید،ڈھوک فرمان علی،راولپنڈی ۔فون0333-5187568

Shaikh Ahsan
0314-5165152

Shaikh M. Usman
0321-5593837

# Classic Electronics

Deals in :Computer Networking,
Cable & Accessories

TP-LINK
The Reliable Choice
Authorized Dealer in Pakistan

CISCO
UBiQUiTi NETWORKS
D-Link Building Networks for People
Baynet Advance Network Products
MikroTik
netis
Tenda
BAYLAN
TOTO LINK
The Smartest Network Device

Shop # 3,G/F, TM Plaza
D.A.V. College Road,Rawalpindi
Tell: 051-5775571-2. Cell: 0314-5165152

مدیر: باباجی عبدالشکور

راولپنڈی کا سب سے بڑا اور پرانا کتب خانہ

# کتب خانہ رشیدیہ

ہمارے ہاں ہر قسم کی دینی کتب

قرآن پاک تفاسیر

احادیث فقہ

تاریخ اصلاحی کتب

درسی کتب اور شروحات

اور بیروت کی کتب

دستیاب ہیں

کتب خانہ اپنی پرانی جگہ (دارالعلوم تعلیم القرآن، مدینہ مارکیٹ) منتقل ہوگیا ہے

راجہ بازار مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

فون: 051-5771798 0321-5879002

Idara Ghufran